قیمت: پانچ روپے Rs. 5/-

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی

جلد: ۳۵ شمارہ: ٦ ۱۱ر تا ۱۷ر فروری ۲۰۲۲ء — ۹ر تا ۱۵ر رجب المرجب ۱۴۴۳ھ
Year-35 Issue-6 11 - 17 February 2022 Page 16

اترپردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، منی پور اور گوا کے

اسمبلی انتخابات ۲۰۲۲ء

طے کریں گے پارلیمانی انتخابات ۲۰۲۴ء کی سمت؟

فروری ۲۰۲۲ء میں ہونیوالے پانچ صوبائی اسمبلی انتخابات بہت اہم ثابت ہوں گے اس لیے کہ ان ریاستوں خاص طور پر اتر پردیش کے اسمبلی انتخابات پارلیمانی انتخابات ۲۰۲۴ء کی سمت کا تعین کرنیوالے ہوں گے۔ محمد سالم جامعی

اترپردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، منی پور اور گوا کے اسمبلی انتخابات کا بگل بج چکا ہے۔الیکشن کمیشن نے بھی تاریخوں کا اعلان کردیا ہے اور جس وقت آپ ہمارا کالم پڑھ رہے ہوں گے انتخابی معرکہ آرائی پورے شباب پر ہوگی،اسمبلی انتخابات کے پہلے مرحلے کی ووٹنگ ہوچکی ہوگی۔ اس اعلان کے ساتھ ہی پانچوں ریاستوں میں انتخابی ضابطہ اخلاق بھی نافذ ہوگیا ہے۔ ان تمام ہی ریاستوں میں قائم چھوٹی بڑی سیاسی پارٹیاں کیل کانٹوں سے لیس ہوکر میدان میں آچکی ہیں۔ ۱۰ر فروری سے ٦ر مارچ تک ووٹنگ ہوگی اور ۱۰ر مارچ کو نتائج کا اعلان ہوگا۔ان تمام صوبوں میں سب سے دلچسپ انتخابی معرکہ اتر پردیش میں ہوگا جہاں الیکشن کمیشن نے سات مرحلوں میں ووٹنگ کرانے کا اعلان کیا ہے۔ اس طرح اتر پردیش ۱۰ر فروری سے لے کر ۱۰ر مارچ تک پورے ایک ماہ انتخابی سرگرمیوں میں مبتلا رہے گا۔اتر پردیش ایک بڑی ریاست ہے جس کی اسمبلی چارسوتین ارکان پرمشتمل ہے اور حالانکہ اصلی مقابلہ بی جے پی اور سماجوادی پارٹی میں متوقع ہے مگر یہاں کانگریس اور بی ایس پی کے علاوہ ایسی کئی ایک چھوٹی سیاسی پارٹیاں بھی میدانِ کارزار میں ان دونوں متحارب پارٹیوں کے کندھوں پر سوار ہوکر اپنا مستقبل تلاش کررہی ہیں۔ان چھوٹی پارٹیوں میں راشٹریہ لوک دل، سہیل دیو بھارتیہ سماج پارٹی، نشاد پارٹی اور اپنا دل خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ ان میں اوّل الذکر دو پارٹیاں سماجوادی پارٹی کے کندھے پر سوار ہیں جبکہ آخرالذکر دونوں پارٹیاں بی جے پی کا دامن پکڑ کر اپنی کشتی پار لگانا چاہتی ہیں۔ (باقی ص۲ پر)

اندر پڑھئے

• اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے کی سازش ص۵ • جمہوری نظام میں ووٹ ایک اہم طاقت اور مؤثر ہتھیار ص۸
• یوم جمہوریہ، آئین ہند اور جمعیۃ علماء ہند ص۹ • ماہ رجب المرجب: کیا کریں کیا نہ کریں ص۱۰

مالدیپ اور ہندوستان کے تعلقات کشیدگی کا شکار کیوں؟

تحریر: اسد مرزا

جنوبی ہندوستان کی ساحلی سرحد سے ۴۳۰ کلومیٹر دور ایشیا کا سب سے منفرد مختصر اور خودمختار ملک مالدیو ۱۱۹۶ جزائر پر مشتمل ہے۔ مالدیو کو مارکو پولو نے بحر ہند کا 'گلِ سرسبز' کہا تھا اور ابن بطوطہ نے اس کو دنیا کے عجائب میں سے ایک قرار دیا تھا۔

ہندوستان اور مالدیپ کے باہمی تعلقات جو کبھی نہایت قریبی اور خوشگوار مانے جاتے تھے اور عالمی سطح پر جن کی مثال بھی دی جاتی تھی، وہ تعلقات گزشتہ دس برس اور بالخصوص گزشتہ تین برسوں کے درمیان عوامی سطح پر کافی ناخوشگواری اور کشیدگی کا شکار ہوچکے ہیں۔ ایک زمانے میں آنجہانی وزیراعظم محترمہ اندرا گاندھی اور مالدیپ کے سابق صدر مامون عبدالغیوم کے درمیان تعلقات بہت ہی نزدیکی مانے جاتے تھے۔ دونوں نے ہی ناوابستہ تحریک کے علاوہ سارک کی تنظیم کے قیام میں عملاً بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ مجموعی طور پر تاثر یہی قائم ہوتا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات جو کبھی مثالی تعلقات مانے جاتے تھے ان تعلقات کو جان بوجھ کر ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت خراب کیا گیا ہے۔

گزشتہ تین برسوں کے دوران کبھی کبھار سوشل میڈیا پر ہندوستان مخالف الزامات کی بارش اور بالخصوص 'انڈیا آوٹ' کی مقبولیت میں اس وقت اور اضافہ ہوا جب نومبر ۲۰۲۱ء میں مالدیپ کی عدالت عظمیٰ نے سابق مالدیوی صدر عبداللہ یامین کو مالی خرد برد اور مالی غبن کے الزامات سے بری کر کے انہیں دوبارہ عملی سیاست میں آنے کی اجازت دے دی۔ ہندوستان اور مالدیپ کے درمیان تعلقات یامین کے دورِ اقتدار میں سب سے زیادہ کشیدہ ہوگئے تھے کیونکہ انھیں چین حامی مانا جاتا تھا اور شاید اسی وجہ سے وہ ہندوستان مخالف رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوگئے تھے۔

عبداللہ یامین کی قیادت اور پروگریسیو پارٹی آف مالدیپ یعنی پی پی ایم کے پانچ سالہ دورِ اقتدار میں دونوں ملکوں کے درمیان باہمی تعلقات سب سے زیادہ کشیدگی کا شکار رہوئے تھے۔ گوکہ انھیں کی حکومت نے 'ہندوستان پہلے' کی پالیسی پر بھی عمل درآمد کرنے کی شروعات کی تھی۔ دراصل یامین کو جب یہ اندازہ ہوا کہ ہندوستان مخالف رویہ اختیار کرنے پر ان کی عوامی حمایت میں اضافہ ہوسکتا ہے تو انھوں نے دوہری چال چلنی شروع کی کہ ایک جانب تو وہ چین سے تعلقات بہتر کرنے کی کوشش کرتے رہے اور دوسری جانب ہند مخالف عوامی جذبات کو بھی بھڑکاتے رہے۔ دراصل دونوں ملکوں کے درمیان جو باہمی تعلقات قائم تھے وہ باہمی فوائد اور ہندوستان کی جانب سے ہر موقع پر مالدیو کی مدد کرنے کی وجہ سے مالدیو میں ہندوستانی موجودگی میں اضافے کے لیے بھی ذمہ دار تھے اور شاید یہ بھی ایک وجہ تھی جس نے ہند مخالف جذبات کو بھڑکانے میں اثر دار کردار ادا کیا۔

تجارتی تعلقات

دونوں ممالک کے درمیان باہمی تجارت تاریخی طور پر ہمیشہ سے قائم ہے۔ اس میں کلیدی کردار کیرالا اور تمل ناڈو کے تاجروں نے ادا کیا ہے۔ ۲۰۲۰ء میں ہندوستان مالدیپ کا دوسرا سب سے بڑا تجارتی پارٹنر ملک تھا۔ ۲۰۲۰ء میں ہی ہندوستان نے ۲۴۳ کروڑ ڈالر کی مالیت کا سامان مالدیو کو برآمد کیا تھا اور ۲۰۲۱ء میں اگست کے مہینے تک ہندوستانی برآمدات کی مجموعی مالیت ۱۹۸ کروڑ ڈالر تھی۔ اس کے علاوہ ہندوستان نے مالدیو کی ترقی اور بنیادی ڈھانچے کے فروغ میں بھی نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ ۱۹۹۵ء میں ہندوستان نے مالے میں اندرا گاندھی میموریل اسپتال قائم کیا تھا اور ابھی بھی تکنیکی سطح پر اسپتال کے ترقیاتی منصوبوں میں ہندوستانی شمولیت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ۱۹۹۲ء میں اس نے مالدیو انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنیکل ایجوکیشن قائم کیا اور اس کے علاوہ تعلیم کے شعبے میں دیگر تعلیمی اداروں میں بھی ہندوستانی امداد اور صلاح واضح طور پر نظر آتی ہے۔ ہندوستان سے مالدیو جانے والے سیاحوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے اور اس شعبے سے تعلق رکھنے والے بڑے اور چھوٹے ہوٹلوں میں ہندوستان کی بڑی ہوٹل چینس بخوبی اپنا کردار نبھا رہی ہیں۔ حکومت کے اعداد و شمار کے مطابق فی الوقت تقریباً 30 ہزار ہندوستانی شہری مالدیو میں موجود ہیں جو کہ کاروبار اور نوکری دونوں شعبوں میں شامل ہیں۔

ہندوستان اور مالدیو کے درمیان دفاعی تعلقات بھی بحر ہند میں مالدیو کے اہم مقام کی وجہ سے کافی اہمیت کے حامل رہے ہیں۔ مالدیو نیشنل

دونوں ممالک کے درمیان باہمی تجارت تاریخی طور پر ہمیشہ سے قائم ہے۔ اس میں کلیدی کردار کیرالا اور تمل ناڈو کے تاجروں نے ادا کیا ہے۔ ۲۰۲۰ء میں ہندوستان مالدیپ کا دوسرا سب سے بڑا تجارتی پارٹنر ملک تھا۔ ۲۰۲۰ء میں ہی ہندوستان نے ۲۴۳ کروڑ ڈالر کی مالیت کا سامان مالدیپ کو برآمد کیا تھا۔

ڈیفنس فورس (MNDF) کے زیادہ تر فوجیوں کو ہندوستانی فوجی ادارے ٹریننگ اور تربیت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہندوستان مالدیو کی فوج، بحریہ اور فضائیہ سبھی کے لیے اسلحہ بھی مہیا کراتا ہے اور ان کے ساتھ مشترکہ فوجی مشقیں بھی کرتا ہے۔ بحر ہند اور بحرالکاہل کی موجودہ فوجی نوعیت اور حالیہ امریکی معاہدوں جیسے کہ AUKUS اور QUAD کے بعد سے دونوں ملکوں کے درمیان باہمی دفاعی تعلقات میں اور زیادہ اشتراک کی امید کی جاسکتی ہے۔

اس کے علاوہ ہندوستان نے ۲۰۱۰ء اور ۲۰۱۵ء میں مالدیو کو دو جنگی ہیلی کاپٹر بھی مہیا کرائے تھے جن کا مقصد سمندر میں امدادی مدد پہنچانا، موسمیات کی جانکاری بہم کرانا اور مالدیو کے مختلف جزائر کے درمیان بیماروں کو لانا لے جانا بھی شامل تھا۔ ۲۰۲۱ء میں ہی ہندوستانی انجینئرس نے دارالحکومت مالے کے قریب یوٹی ایف ہاربر پروجیکٹ قائم کرنے کا کام بھی شروع کردیا جس کا معاہدہ یامین کے دورِ اقتدار میں ہی ہوا تھا۔ ۲۰۱۶ء میں ہندوستان اور مالدیو کے درمیان 'دفاعی اشتراک' میں اضافے کی غرض سے ایک جوائنٹ ایکشن پلان بھی عمل میں آیا تھا۔ جس کے تحت دونوں ملکوں نے ایک دوسرے کے ساحلی علاقوں میں ایک دوسرے کی ترجیحات اور دفاعی ضروریات کو مستحکم کرنے کا عہد کیا تھا۔

ہندوستان مخالف جذبات

درحقیقت مالدیپ میں ہند مخالف جذبات کے فروغ میں اوپر درج کیے گئے تینوں پروجیکٹوں نے بھی کافی اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہند مخالف عناصر اور موجودہ حکومت کے مخالفین نے ان تینوں معاہدوں اور ہندوستانی مدد کو مالدیو کی دفاع سے جوڑ کر یہ تشہیر کرنا شروع کردی تھی کہ ان معاہدوں اور اقدامات کے ذریعہ ہندوستان مالدیپ کی سالمیت اور دفاع کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ان جذبات میں کچھ حد تک وہ تجارتی عناصر بھی شامل ہیں جو یہ مانتے ہیں کہ ان کے اپنے ہی ملک میں انھیں اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لیے وہ مواقع حاصل نہیں ہیں جو کہ ہندوستانی کاروباریوں کو ہیں اور ان کے ساتھ ہی چھوٹے پیمانے کے کاروبار میں بھی ہندوستانی موجودگی اس جذبات میں شدت بڑھانے میں کامیاب شامل رہی ہے۔

گوکہ ان معاہدوں میں سے بعض اس وقت عمل میں آئے تھے جب خود یامین برسرِ اقتدار تھے تاہم ان پر لگائے گئے الزمات سے بری ہونے کے بعد انھوں نے عوامی جذبات کو بھانپتے ہوئے ہند مخالف تحریک کا حصہ بننا شاید اس لیے قبول کرلیا ہے کیونکہ انھیں ایسا لگتا ہے کہ شاید اس کے ذریعہ وہ عوام کی حمایت دوبارہ حاصل کرنے اور اقتدار میں واپس آنے میں کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مالدیو کی دیگر سیاسی جماعتوں جیسے کہ عدالت پارٹی نے اس مجموعی صورتِ حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ دراصل ان جذبات کو سابق صدر یامین نے ہندوستان مخالف جذبات کو اپنے سیاسی مفاد کے لیے استعمال کیا ہے اور وہ خود بھی جانتے ہیں کہ ان میں سے زیادہ تر پروجیکٹس خود انھیں کے دورِ اقتدار میں شروع کیے گئے تھے۔ اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ سیاسی بنیادوں پر قائم 'آوٹ انڈیا' تحریک سوائے عوام میں ہند مخالف جذبات پیدا کرنے کے لیے جان بوجھ کر فروغ دی جارہی ہے۔ عدالت پارٹی صدر صالح کی موجودہ حکومت میں ایک اہم شراکت دار ہے۔ دوسری سیاسی جماعت جمہوری پارٹی نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ قانونی طور پر ایسا نہیں کہا جاسکتا ہے کہ ہندوستان مالدیپ میں ان پروجیکٹس کے ذریعے ہندوستانی کی فوجی طاقت میں اضافہ کررہا ہے یا وہ وہاں کوئی فوجی اڈہ قائم کرنے کی فراق میں ہے۔ پارٹی کے بقول دونوں ملکوں کے درمیان موجودہ دفاعی تعلقات کا فائدہ مجموعی طور پر مالدیپ کے حق میں ہے کیونکہ اشتراک کے ذریعہ ہندوستان مالدیو کی فوج کو تربیت اور اسلحہ دونوں سہولیات مہیا کراتا ہے۔

مجموعی طور پر ہندوستان اور مالدیپ کے سیاست دانوں نے اس معاملے پر احتیاط اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم کرنے کی کوشش کی ہے۔ موجودہ صدر صالح اور مالدیپ کی وزیر دفاع ماریم دیدی نے گزشتہ سال مختلف موقعوں اور میٹنگوں میں دونوں ملکوں کے درمیان دوستی قائم رکھنے اور اسے اور زیادہ مستحکم کرنے کا اعادہ کیا ہے۔ وہیں ہندوستان نے اس پورے معاملے پر سیاسی اور خارجی سطح پر خاموشی اختیار کی ہے جس سے کہ معاملہ اور زیادہ نہ الجھ جائے۔ انھیں اقدامات کی بنیاد پر اور دونوں ملکوں کے بردبار رویہ سے امید کی جاسکتی ہے کہ جلد ہی مالدیو میں ہند مخالف جذبات میں شاید کمی رونما ہو اور باہمی تعلقات پھر اپنی پرانی روش پر قائم ہوسکیں اور اس کے ذریعہ ہند مخالف علاقائی ممالک کی شکست بھی رونما ہو۔ ◻◻

نائیجیریا میں 'لاسا' نامی بخار سے ۳۲؍افراد کی موت

مغربی افریقی ملک نائیجیریا میں اس سال کے آغاز سے اب تک لاسا نامی بخار سے کم ازکم ۳۲ افراد ہلاک ہوچکے ہیں۔ یہ اطلاع ایک سرکاری رپورٹ میں دی گئی ہے۔ پیر کو نائیجیریا سینٹر فار ڈزیز کنٹرول کی رپورٹ کے مطابق اس بخار کے تصدیق شدہ کیسوں کی تعداد بڑھ کر ۱۴۷ ہوگئی ہے جب کہ اسی عرصے میں کل ۵۹۷ مشتبہ کیسز رپورٹ ہوئے ہیں۔ ۲۶؍جنوری کو صحت کے حکام نے اطلاع دی تھی کہ بخار کے پھیلنے کے بعد ملک بھر میں لاسا فیور ایمرجنسی آپریشن کو چالو کردیا گیا ہے۔ این سی ڈی سی نے کہا کہ وہ شرح اموات کو کم کرنے کے لیے ریاست کی صحت عامہ کی ٹیموں کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے پرعزم ہے۔ لاسا بخار ایک وائرل ہے جو وائرس کی وجہ سے ہوتا ہے۔

دریچۂ پاکستان

اجمل خٹک کشر

انتہا پسندی کے خلاف باچا خان کا اصلاحی اسلوب

یوں تو پورے ملک کو گاہے گاہے انتہا پسندی نے متاثر کیا لیکن پاکستان میں پختون خطہ بالخصوص اس کی لپیٹ میں آیا، اب تو انتخابی سیاست پر بھی اس کے نقش ونگار ہر گزرتے دن کے ساتھ نمایاں ہورہے ہیں۔ دوسری طرف ملک کے طول وعرض میں اس ضرورت کا احساس بھی بڑھ رہا ہے کہ اس صورتحال کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ اگرچہ پختونخوا کے لوگ اپنے فکر وعمل میں جمہوری ہیں، یہاں اس وقت بھی معاملات جرگے سے طے ہوتے تھے جب دنیا جمہوری نظام سے بہت دور تھی۔ اس جمہوری و مذہبی رواداری کے خلاف سب سے پہلے مغل شہنشاہ اکبر کے دور میں مذہب کارڈ بروئے کار لایا گیا، چونکہ مغلوں نے افغانوں سے اقتدار چھینا تھا اور پھر شیر شاہ نے ہمایوں کو شکست دے کر ہند کا اقتدار واپس لے لیا تھا، اس لیے اکبر بادشاہ نے، جو انتہائی زیرک وشاطر تھا، پختون افغانوں کو باہم برسرِ پیکار رکھنے کے لیے جہاں مذہب کے مقدس نام کو استعمال کیا وہاں پیسے اور عہدوں کا جال بھی پھیلایا۔ اس کے بعد انگریزوں نے اس نسخے سے استفادہ کیا، آج پاکستان میں بھی یہی فارمولہ مستعمل ہے۔ عوام کو اس مذہبی کارڈ کی اصل حقیقت سے آشنا کرنے کے لیے مغل ادوار میں پیر روشن بایزید انصاری اور خوشحال خان خٹک نے علم بلند کیا جبکہ انگریزوں اور بعدازاں پاکستان میں باچا خان انتہا پسندی کیخلاف میدان عمل میں رہے۔ آج حضرت باچا خان کی برسی پر ہم اس امر کا جائزہ لیں گے کہ باچا خان کی جدوجہد کے وہ کون سے اصول تھے جن پر چل کر بالخصوص ان کے نام لیوا انتہا پسندی کے خلاف اپنا کردار ادا کرسکتے ہیں۔ یہ بات یادرکھنے کے قابل ہے کہ کسی معاشرے میں رہتے ہوئے آپ اس معاشرے کی نفسیات سے متضاد راستہ اختیار کر کے لوگوں کو اصل صورتحال سے آگاہ اور ان کی اصلاح نہیں کرسکتے، یہی وجہ ہے کہ جہاں پیر روشن، خوشحال خان خٹک اور باچا خان کی تحاریک روشن خیالی سے عبارت تھیں وہاں اصل دینی تعلیمات اس کی کلید تھیں۔ باچا خان کی تنظیم ''خدائی خدمتگار'' رورولی (بھائی چارے) اوقام ولی (قوم پرستی وقوم کی اصلاح) کے اصولوں پر استوار تھی، یہ دونوں اصطلاحیں معنی میں سادہ مگر وسیع مفہوم لیے ہوئے ہیں۔ یہ ایک قوم کی تمام زندگی کا احاطہ کرتے ہوئے مساوات کی بنیاد پر ایسے پرامن طور پر زندگی گزارنے کے سلیقے سے عبارت ہے، جس کا منہج انسانیت کی معراج یعنی بلاامتیاز طبقے، زبان، مذہب تمام انسانوں سے پیار ہے۔ باچا خان اشن غر چارسدہ کے ایک بڑے خان تھے، لیکن وہ عام فرد کی طرح زندگی گزارتے تھے تاکہ وہ اپنی طبقاتی حیثیت کی نفی کرسکیں۔ باچا خان عوامی رابطہ مہم کے سلسلے میں جس گاؤں میں داخل ہوتے، سب سے پہلے وہاں کی مسجد اور حجرے میں جاتے اور جھاڑو دیتے۔ پھر وہ کسی غریب کے گھر مہمان بنتے، وہاں کے لوگوں سے کہتے کہ وہ اپنے اپنے حصے کا عام کھانا گھروں سے لائیں، یہاں مل کر کھائیں گے۔ یوں اپنے فلسفے ''پورہ وی کا سپورہ وی، پہ شریکہ بہ وی'' (روکھی ہو یا سوکھی، ملکر کھائیں گے) کا عملی مظاہرہ کرتے۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں جب خدائی خدمتگار تنظیم وجود میں آئی، تو اس کا نصب العین یہ قرار پایا۔ (۱) خدائی خدمتگاری سے مراد، خدا کی مخلوق کی بلاامتیاز خدمت (۲) ظالم کے مقابلے میں کمزور کی مدد (۳) مقابلہ عدم تشدد کے ہتھیار سے۔ یہ انوکھا ہتھیار متعارف کراتے ہوئے باچا خان نے عمر بھر اس کی تربیت دی اور خود عمل کیا۔ (۴) ہر رکن یہ عہد کرے گا کہ اس کی خدمت صرف خدا کی رضا کے لیے ہوگی (۵) اس راہ میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ اب ان خطوط پر کیسی شاہکار تنظیم ایستادہ ہوئی، آیئے دشمن انگریز کی گواہی لیتے ہیں۔ ''۱۹۳۰ء تک ہندوستان میں وہی ہوا (کانگریس، مسلم لیگ کے ہوتے ہوئے) جو ہم (انگریز) چاہتے تھے، حتیٰ کہ روس پسپا ہوا، کابل میں خاموشی چھا گئی، ایسے میں ایک شخص عبدالغفار اٹھا اور پھر ہر طرف شورش اور بے چینی پھیل گئی'' (دستاویزات این ڈبلیو ایف پی، انڈیا آفس لائبری لندن) قبل ازیں باچا خان نے جب ۱۹۲۱ء میں انجمن اصلاح الافاغنہ کے تحت تعلیمی ادارے قائم کرنے کے مشن میں اپنے گاؤں اتمان زئی میں پہلے آزاد اسکول کا آغاز کیا تو اس کے اولین طالب علم خان عبدالولی خان تھے جن کا کلاس فیلو تانگہ چلانے والے (تانگے بان) قادری کاکا، کا بیٹا تھا، یہ مروجہ طبقاتی تعلیم کی بیخ کنی کا اعلان تھا۔ ہندوستانی نژاد امریکی مصنف ایکنات سوارن اپنی کتاب A Man to Match His Mountains میں لکھتے ہیں، باچا خان نے اپنے تعلیمی، اصلاحی کام کے لیے ہزاروں میل کا سفر کیا، اور تین سال میں صوبہ سرحد (پختونخوا) کے تمام ۵۰۰ بندوبستی دیہات کا دورہ کیا۔ باچا خان قربانی کے وقت سب سے آگے ہوتے، مردان مارچ کے دوران لاٹھی چارج سے آپ کی دونوں پسلیاں ٹوٹ گئیں، اور اسی حالت میں جیل میں ڈال دیئے گئے۔ آپ کی تنظیم کے اکثر عہدیدار نچلے طبقے سے تھے۔ جنرل حبیب اللہ کے والد اور جنرل علی قلی خان کے دادا خان بہادر قلی خان کے حجرے میں ایک ڈھول بجانے والا وطنی چاچا ہر عید پر جاتا، اور فن کے مظاہرے پر دو روپے پاتا۔ پھر وہ ضلع کرک کے اس گاؤں میں خدائی خدمتگار تنظیم کا صدر بنا۔ عید آنے پر وہ دربار میں نہیں گیا، بلاوا آیا، تو خان بہادر نے بہت سنائیں کہ حاضری کیوں نہیں دی۔ وطنی چاچا نے جواب دیا، آپ انگریز کے خان بہادر ہیں، لیکن میں اب باچا خان کی تنظیم کا صدر ہوں، لہٰذا احتیاط سے زبان چلائیں، اگلی عید پر آپ میرے ہاں آیئے گا، دو روپے نقد آپ کے پکے ہوئے۔ یہ تھا وہ ذہنی انقلاب جو باچا خان نے برپا کیا اور جس سے انگریز اور اس کے گماشتوں کو خطرہ لاحق ہوا۔ باچا خان نے عوام میں رہتے ہوئے سیاست کی اور عوام کو ماحول کی غلامی سے نجات کی راہ دکھلائی۔ مذکورہ حقائق یہ یاد دلاتے ہیں کہ مذہبی انتہا پسندی سے نکلنے کے لیے مذہبی ابن الوقت طبقے کا تمسخر اڑانے کی بجائے اصل مذہبی تعلیمات کی روشنی میں ایسے عناصر کو بے نقاب کرنا ہوگا، اس کے لیے مولوی بننا لازم نہیں، باچا خان کی طرح عقیدے کا سچا، روشن خیال ووسیع النظر پیامبر بننا ضروری ہے۔

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سیاست میں زبان کا گرتا ہوا معیار ذمہ دار کون؟

ہندستان اپنی تہذیب، متانت اور سنجیدگی کے لیے ایشیا ہی نہیں بلکہ یوروپ تک میں ایک معروف ملک ہے یہاں کی بول چال جہاں صورت اور لب ولہجہ کے لحاظ سے مٹھاس بھری ہوئی ہے وہیں اس میں اپنے مخاطب کے لیے عزت ووقار کا جذبہ بھی پوری طرح شامل ہوتا ہے۔ ایک وقت تھا جب ہم بول چال اور گفتگو میں بڑے چھوٹے کا خیال رکھتے تھے اور چھوٹوں کو عزیزم اور بڑوں کے لیے محترم ومکرم جیسے الفاظ استعمال کیے جاتے تھے۔ ہمارے سیاستداں بھی اپنی پارلیمانی وغیر پارلیمانی تقریروں میں الفاظ کے انتخاب کا خاص خیال رکھتے رہے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد جو تحریک آزادی کے قدآور رہنما، کانگریس کے سابق صدر اور آزادی کے بعد ملک کے اوّلین وزیر تعلیم بنائے گئے تھے، جب کسی کو یہاں تک کہ اپنے کسی شدید ترین مخالف کو بھی مخاطب کرتے تو ان کا سب سے پہلا لفظ 'میرے عزیز' ہوتا تھا۔ مہاتما گاندھی، پنڈت نہرو، کرشنا مینن، ڈاکٹر راجندر پرساد وغیرہ پہلی صف کے سیاستدانوں کی سیاسی محفلوں کی تقریریں آپ دیکھ لیں کہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں لگے گا جو بدتہذیبی کے دائرے میں آرہا ہو، خود سردار پٹیل جو اپنی سخت زبانی کے لیے مشہور تھے، اپنے مخاطبین کے لیے وہ بھی ہمیشہ پروقار الفاظ ہی استعمال کرتے تھے۔ سیاستدانوں کی پروقار، سنجیدہ اور مہذب گفتگو کا یہ سلسلہ ۲۰۱۴ء سے پہلے تک بڑی حد تک جاری رہا مگر یہ بات افسوس کے ساتھ ہی نوٹ کی جائے گی کہ گذشتہ سات آٹھ سال سے ہمارے سیاستدانوں کی زبان کا معیار اتنا بری طرح گر چکا ہے کہ وہ آج کی بازاری کہی اور سمجھی جانے والی زبان سے بھی بدتر حالت کو پہنچ چکی ہے۔ آج ہمارے سیاستداں مسلسل ایسے الفاظ استعمال کررہے ہیں جنھیں ابھی تک ناپسندیدہ سمجھا اور کہا جاتا تھا، دراصل جب سے انتخابات روزمرہ کا معمول بنے ہیں، ہمارے لیڈروں کی بھاشنوں کی خواہش بھی کافی بڑھ گئی ہے۔ پہلے پانچ سال میں انتخاب ہوتا تھا، اب ہر روز روزِ انتخاب ہے، ظاہر ہے ہمارے سیاستداں زبان کی روز روز سنجیدگی کہاں سے لائیں گے۔ اب وہ اپنی بات میں زور اور وزن پیدا کرنے کے لیے ایسے ایسے الفاظ کا استعمال کررہے ہیں جن کو کسی بھی سماج میں پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا، ابھی حال ہی میں ایک سیاسی لیڈر نے ایسے ہی ایک غیر سنجیدہ لفظ کا استعمال کرڈالا اور جب ان کے خلاف معاملہ پولیس میں پہنچا تو وہ کہہ رہے ہیں کہ ان کا مقصد تو اپنے مخاطب کو بیوقوف کہنا تھا اور جو انگریزی کا لفظ انھوں نے استعمال کیا ہے ہندی میں اس کے معنی بے وقوف کے ہیں، یہاں سوال یہ ہے کہ اگر ہمارے اس معزز سیاستداں کو کسی کو بیوقوف ہی کہنا تھا تو انھوں نے یہ ہی لفظ استعمال کیوں نہیں کیا جبکہ یہ ہماری روزمرہ کی زبان کا مستعمل لفظ ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ ہمارے آج کے سیاستداں زبان کی اہمیت سے ہی واقف نہیں ہیں اور جو واقف ہیں وہ اس کی اہمیت سمجھنے کی کوشش نہیں کررہے ہیں اور یہ ہی وجہ ہے کہ آج ہمارے سیاستدانوں میں ناپسندیدہ الفاظ کے استعمال کی ایک ہوڑسی لگی ہوئی ہے، حیرت کی بات تو یہ ہے کہ کبھی کبھی تو ہمارے یہ سیاستداں اچھے بھلے اور پروقار لفظ کا ایسے انداز میں استعمال کرنے لگتے ہیں کہ اس کا پس منظر ہی بگڑ جاتا ہے، ابھی گذشتہ دنوں اترپردیش میں وہاں کے وزیراعلیٰ یوگی نے سماجوادی پارٹی کے لیڈروں پر طنز کرتے ہوئے انھیں ''ابا جان'' کا طعنہ دیا ہے، یہ ایک بے حد مہذب، شائستہ اور باوقار لفظ ہے جو اُردو میں والد اور باپ کے لیے استعمال ہوتا ہے مگر یوپی کے وزیراعلیٰ نے ایک پورے طبقہ کو نیچا دِکھانے کی خاطر اس لفظ کو ناپسندیدہ بنادیا۔ ہمارے وزیراعلیٰ کی نظر میں یہ لفظ صرف اس لیے قصوروار ہے کہ وہ اُردو زبان کا لفظ ہے اور بدقسمتی سے اُردو کو ایک خاص طبقہ کی زبان سمجھ لیا گیا ہے جبکہ یہ بات سراسر غلط ہے کہ اُردو کے ایک عظیم الشان لفظ کو محض اپنے انتخابی فائدے کے لیے حقارت کے پس منظر کے ساتھ استعمال کیا جائے جسے ملک کے باوقار اور سمجھدار لوگ بدتہذیبی اور بداخلاقی پر مبنی زبان قرار دے کر اس کی مذمت کررہے ہیں، ہمارے سیاستدانوں کا یہ معیار سیاست کو ہی گھٹیا نہیں بنارہا ہے بلکہ خود ان کے قد کو بھی بونا بنارہا ہے، اسی بونے پن کی پہچان ہمارے وزیراعظم کا یہ بیان بھی ہے جس میں کرتے پاجامے اور ٹوپی کا لفظ استعمال کرکے ایک خاص فرقہ اور جماعت کی پہچان کرانا بھی سامنے آچکی ہے، یہ صحیح ہے کہ کپڑے کسی فرقہ یا ذات کی پہچان بھی ہوا کرتے ہیں مگر جب کوئی بڑا لیڈر یہ کہتا ہے کہ ''ایسے لوگ کپڑوں سے ہی پہچانے جاسکتے ہیں'' تو ظاہر ہے کہ یہ انھیں ٹیڑھی اور زہریلی نظر سے ہی دیکھنا، کہا اور سمجھا جائے گا۔ ہندوؤں میں چوٹی اور جنیوان کی پہچان ہے جبکہ مسلمان اپنی ٹوپی سے پہچانے جاتے ہیں۔ اب اگر کوئی اس ٹوپی اور چوٹی کا مذاق اُڑاتا ہے تو اس کا مطلب اس فرقہ کا ہی مذاق اڑانا ہوگا جس کی پہچان وہ علامت ہے اور یہ سب جانتے اور مانتے ہیں کہ اس طرح کی نشانہ بازی گھٹیا ساست کے زمرے میں ہی آتی ہے، ہندستانی سماج اور روایات وانداز کے مطابق تو ٹوپی اور پگڑی عزت کی علامت سمجھی جاتی ہے اور اگر کوئی انھیں مذاق کا موضوع بناتا ہے تو اس سے خراب بات اور کیا ہوسکتی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے زعفرانی لیڈروں نے تو گھٹیا سیاست کے استعمال کا ٹھیکہ ہی لے لیا ہے، ابھی وزیراعظم کے ٹوپی کرتے والے بیان پر نکتہ چینی کا سلسلہ چل ہی رہا تھا کہ انھوں نے اترپردیش کی سماجوادی پارٹی اور اس کے لیڈروں پر نشانہ بازی کرتے ہوئے کہہ ڈالا کہ ''لال ٹوپی خطرناک ہے اس لیے کہ لال رنگ خطرہ کی علامت ہوتا ہے'' مگر وہ اپنے جوشِ خطابت میں شاید یہ بھول گئے کہ لال رنگ فخر کی علامت کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور جنھیں وہ اس کلر کے ذریعہ خطرہ بتانا چاہتے ہیں، وہ اس لال رنگ کو اپنے فخر سے بھی جوڑ سکتے ہیں اور انھوں نے پلٹ وار کرتے ہوئے ایسا کیا بھی اس لیے کہ جب سماجوادی رہنما اکھلیش یادو نے لال رنگ کو سماجوادی کی فتح سے جوڑا تو انھیں اتنی تالیاں ملیں کہ ہمارے وزیراعظم کو ملنے والی تالیوں کی آواز ان میں دب کررہ گئی۔

ہمارے خیال میں یہاں سوال تالیوں کے کم زیادہ کا نہیں بلکہ اصل سوال ہمارے سیاسی معیار کے گرنے اور مسلسل گرتے رہنے اور اس کے نتائج کا ہے، بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ گذشتہ کچھ عرصہ سے خاص طور پر جب سے زعفرانی فکر واقتدار ملک پر قابض ہے ہمارے سیاسی معیار میں بڑی تیزی کے ساتھ گراوٹ آئی ہے۔ حزب اختلاف کے سوالات ودلائل کو خارج کرنا اور انھیں نیچا دِکھانا ہماری سیاست کا ایک خطرناک مزاج بن چکا ہے۔ ہمارے یہاں آج الزام جوابی الزام ہماری سیاسی اور پارلیمانی بحثوں کا موضوع بن رہا ہے، یہ صحیح ہے کہ حزب اختلاف کی بھی اپنی کمزوریاں ہوتی ہیں اور برسراقتدار پارٹی ان سے فائدہ اُٹھاتی ہے مگر جمہوری اصولوں کا تقاضہ ہے کہ ذہنی وزبانی نشانہ بازیوں سے بچا جائے جبکہ ایسا معلوم ہورہا ہے کہ ہمارے سیاستدانوں کو اصولوں اور روایات کا ذرہ برابر بھی خیال نہیں ہے اور یہ صرف اور صرف اس لیے ہے کہ ہمارے سیاستداں بری طرح اپنے مفادات کے اسیر بن چکے ہیں اس لیے ایسے حالات میں ضروری ہے کہ مفادات حاصلہ سے اوپر اُٹھ کر ہمارے لیڈر سوچنے کی عادت ڈالیں، یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آج بدتہذیبی، قدیم روایات سے انحراف اور نشانہ بازی ہماری سیاست کی پہچان بنتی جارہی ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ہمارے سیاستدانوں کو اپنی اس پستی کا احساس کب ہوگا۔ ہمارے رہنما کب اپنی لچھے دار زبان کے لالچ سے آزاد ہوں گے اور ان کی سمجھ میں یہ بات کب آئے گی کہ ان کے اوچھے خیالات قوم وملک کی پہچان کو اوچھا ثابت کررہے ہیں۔

بہرحال ہمارے سیاستدانوں نے اپنی سیاسی لفاظی اور بیان بازی کے لیے جن ناپسندیدہ الفاظ کا سہارا لے کر ملک کی سیاست کے معیار کو کم سے کمتر بنادیا ہے اس کا تقاضہ ہے کہ ہمارے لیڈر جلد سے جلد اپنی ان حرکتوں سے باز آجائیں اور اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر رہے تو وہ دن دور نہیں ہے جب ملک کے ووٹر انھیں سبق سکھانے کے لیے سامنے آئیں گے، ہمارے لیڈر جتنا جلدی اس نوشتہ دیوار کو پڑھ لیں ہمارے خیال میں ان کے لیے اتنا ہی بہتر ثابت ہوگا۔ ☐☐

جواھر القرآن

سورۂ الاحزاب-۳۳ | ترجمہ آیات: | **حضرت شیخ الہندؒ**

(بقیہ فوائد آیت نمبر ٦)

چنانچہ سنن ابی داؤد میں انما انا لکم بمنزلۃ والدا الخ اور ابی بن کعب وغیرہ کی قرأت میں آیت ہذاالنبی اولی بالمومنین الخ کے ساتھ وھو اب لھم کا جملہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ باپ بیٹے کے تعلق میں غور کرو تو اس کا حاصل یہ ہی نکلے گا کہ بیٹے کا جسمانی وجود باپ کے جسم سے نکلا ہے اور باپ کی تربیت وشفقت طبعی اوروں سے بڑھ کر ہے لیکن نبی اور امتی کا تعلق کیا اس سے کم ہے؟ یقیناً امتی کا ایمانی وروحانی وجود نبی کی روحانیت کبریٰ کا پرتو اور ظل ہوتا ہے اور جو شفقت وتربیت نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوتی ہے ماں باپ تو کیا تمام مخلوق میں اس کا نمونہ نہیں مل سکتا۔ باپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو دنیا کی عارضی حیات عطا فرمائی تھی، لیکن نبی کے طفیل ابدی اور دائمی حیات ملی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہماری وہ ہمدردی اور خیرخواہانہ شفقت وتربیت فرماتے ہیں جو خود ہمارا نفس بھی اپنی نہیں کرسکتا۔ اسی لیے پیغمبر کو ہماری جان ومال میں تصرف کرنے کا وہ حق پہنچتا ہے جو دُنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ نبی نائب ہے اللہ کا، اپنی جان ومال میں اپنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دے تو فرض ہوجائے۔ ان ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کے نزدیک باپ، بیٹے اور سب آدمیوں بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہوجاؤں۔

ف۲ یعنی دینی مائیں ہیں تعظیم واحترام میں اور بعض احکام جو ان کے لیے شریعت سے ثابت ہوں۔ کل احکام میں نہیں۔

ف۳ حضرت کے ساتھ جنھوں نے وطن چھوڑا، بھائی بندوں سے ٹوٹے، آپ نے ان مہاجرین اور انصارِ مدینہ میں سے دو دو آدمیوں کو آپس میں بھائی بنادیا تھا۔ بعدہٗ مہاجرین کے دوسرے قرابت دار مسلمان ہوگئے تب فرمایا کہ قدرتی رشتہ ناتا اس بھائی چارہ سے مقدم ہے۔ میراث وغیرہ رشتہ ناتے کے موافق تقسیم ہوگی، ہاں سلوک احسان ان رفیقوں سے بھی کیے جاؤ۔

اترپردیش، اتراکھنڈ، پنجاب، منی پور اور گوا کے اسمبلی انتخابات ۲۰۲۲ء

طے کریں گے پارلیمانی انتخابات ۲۰۲۴ء کی سمت؟

صفحہ اوّل کا بقیہ

اگرگزشتہ تین اسمبلی انتخابات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اترپردیش کا ووٹر تنہا ایک ہی پارٹی کو اقتدار کے گلیاروں تک پہنچانے میں دلچسپی رکھتا ہے، وہ کسی کھچڑی حکومت کو پسند نہیں کرتا، یہاں اسمبلی کا ایوان چارسوتین ارکان پرمشتمل ہے جس میں اکثریت کے لیے دوسو چار سیٹوں کی ضرورت ہوتی ہے،اس تناسب کو دیکھیں تو ۲۰۰۷ء کے اسمبلی انتخابات میں بی ایس پی نے ۲۰۶ سیٹیں حاصل کرکے مایاوتی کی قیادت میں حکومت بنائی، پھر ۲۰۱۲ء میں سماجوادی پارٹی نے ۲۲۴ سیٹیں پاکر اکھلیش یادو کے سر پر اقتدار کا تاج رکھا اور گزشتہ ۲۰۱۷ء میں بی جے پی نے ۳۱۲ نشستیں حاصل کرکے یوگی آدتیہ ناتھ کو اقتدار کے گلیاروں تک پہنچایا۔

جہاں تک کانگریس کا تعلق ہے حالانکہ وہ ایک قومی پارٹی ہے مگرایک طویل عرصہ سے وہ اترپردیش میں اپنے وجود کی لڑائی لڑتی رہی ہے، حالیہ اسمبلی انتخابات میں بھی وہ اکیلا چلو کی راہ پرگامزن ہے مگر گزشتہ انتخابات میں اور اس حالیہ انتخابات میں یہ فرق ضرور دیکھنے میں آرہا ہے کہ پہلے اس کی انتخابی سرگرمیاں نہ ہونے کے برابر رہتی تھیں جبکہ حالیہ انتخابات میں وہ مسز پرینکا گاندھی کی مخلص قیادت میں اپنے پورے دم خم کے ساتھ میدان میں ہے۔ مسز پرینکا گاندھی نے ”لڑکی ہوں، لڑسکتی ہوں“ کا ماسٹر اسٹروک کھیل کر اپنے اردگرد خواتین کا ایک ہجوم اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ خواتین کا یہ ہجوم کانگریس کے لیے ووٹ میں بھی تبدیل ہوتا ہے یا صرف ہجوم ہی بن کر رہ جاتا ہے۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر یہ خواتین کا ہجوم ووٹ میں تبدیل ہوجاتا ہے تو پھر کانگریس کا بھی اترپردیش کی سیاست میں ایک فعال کردار وجود میں آسکتا ہے۔

یہ ایک سیاسی حقیقت ہے کہ گزشتہ انتخابات میں بڑی پارٹیوں کو واضح اکثریت ملی تھی، لیکن اس بار انتخابات سے قبل دیگر بڑی پارٹیوں کے لیڈران بشمول بی جے پی کے امت شاہ اور سماجوادی پارٹی کے اکھلیش یادو ان چھوٹی پارٹیوں کو اپنے ساتھ لانے کی کوشش کرتے نظر آرہے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی مثال لکھنؤ کے رمابائی میدان میں منعقدہ مہانشاد ریلی ہے، جس میں بی جے پی کے امت شاہ سمیت کئی بڑے لیڈروں نے شرکت کی۔ ایسے میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اترپردیش کی سیاست میں ان چھوٹی علاقائی پارٹیوں کا کیا رول ہے؟ ان کی سیاسی اہمیت کتنی اور کس علاقے میں ہے اور یہ جماعتیں اس الیکشن پر کیا اثر ڈال سکتی ہیں۔

راج بھر برادری کی نمائندگی کرنے کا دعویٰ کرنے والے سہیل دیو بھارتیہ سماج پرٹی کے رہنما اوم پرکاش راج بھر نے حال ہی میں ایک انٹرویو میں دعویٰ کیا ہے کہ بی جے پی لیڈر اور وزراء ایس پی سے ٹکٹ حاصل کرنے کے منتظر ہیں۔ انھوں نے یہ بات بی جے پی لیڈر دیاشنکر سنگھ سے ملاقات کے بعد کہی کیونکہ اس ملاقات کے بعد اترپردیش میں بات چیت کا دور شروع ہوگیا ہے۔ اس بارے میں بھی قیاس آرائیاں عروج پر ہیں کہ حال ہی میں سماجوادی پارٹی کے ساتھ اتحاد کرنے والے اوم پرکاش راج بھر انتخابات سے پہلے بی جے پی میں شامل ہوسکتے ہیں۔ واضح ہوکہ ۲۰۱۷ء میں راج بھر نے بی جے پی کے ساتھ اتحاد کرتے ہوئے چار سیٹیں حاصل کی تھیں اور اس انتخاب کے بعد اوم پرکاش راج بھر کے عزائم بڑھ گئے ہیں۔ ماہرین کا ماننا ہے کہ بڑی پارٹیاں جب بھی چھوٹی پارٹیوں کے ساتھ مل کر الیکشن لڑتی ہیں تو اس کا فائدہ چھوٹی پارٹیوں کو ملتا ہے لیکن ان جماعتوں کے رہنما بڑی جماعتوں کے لیے چیلنج بن جاتے ہیں۔ جس طرح راج بھر اس وقت بی جے پی کے لیے ایک چیلنج بن چکے ہیں۔ اگر راج بھر نے گزشتہ انتخابات میں بی جے پی کے ساتھ مل کر مقابلہ نہیں کیا ہوتا تو چاہے وہ جتنے بھی دعوے کریں، سیاسی کامیابی کے معاملے میں ان کی موجودگی نظر نہیں آتی لیکن اب صورتحال مختلف ہے اور پچھلی کامیابی کو دیکھتے ہوئے راج بھر کو اس بار بھی کامیابی نظر آرہی ہے۔ سیاسی ماہرین کا کہنا ہے کہ بڑی جماعتوں کا چھوٹی پارٹیوں کے ساتھ بات چیت کرنا یہ بتاتا ہے کہ وہ کس قدر سیاسی یا انتخابی مجبوری سے گزر رہے ہیں۔ سال ۲۰۰۲ء میں قائم ہونے والی سہیل دیو بھارتیہ سماج پارٹی کے اثر ورسوخ والا علاقہ مشرقی اترپردیش میں تقریباً دو درجن سیٹیں ہیں، تاہم اوم پرکاش راج بھر کا دعویٰ ہے کہ ان کی پارٹی ریاست کی تقریباً سو سیٹوں پر اپنا اثر ورسوخ رکھتی ہے۔

اترپردیش کے مشرقی حصے بالخصوص وارانسی اور اس کے آس پاس کے کرمی ووٹروں کی نمائندگی کرنے والی انوپریہ پٹیل کی پارٹی اپنا دَل فی الحال بی جے پی کے ساتھ اتحاد میں ہے۔ کانشی رام کے ساتھ کام کرنے والے ڈاکٹر سون لال پٹیل نے ۱۹۹۵ء میں اپنا دَل قائم کیا تھا لیکن فی الحال اپنا دَل کی لیڈر انوپریہ پٹیل ہیں۔ اس بارے میں ماہرین کا کہنا ہے کہ اترپردیش میں ایسے چار طبقے ہیں جن کی موجودگی پورے اترپردیش میں ہے۔ ان میں برہمن، ٹھاکر، دلت اور مسلمان شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کئی طبقات ہیں جن میں دوسری ذاتوں کے مختلف علاقے اور ان علاقوں کے اپنے اپنے لیڈران ہیں جیسے بارہ بنکی سے بہرائچ، بنارس سے سون بھدر، فتح پور سے بندیل کھنڈ تک لیکن یوپی میں ایسا کوئی لیڈر نہیں ہوا جو ان تینوں جگہوں پر کرمیوں کا لیڈر رہا ہو۔ بارہ بنکی سے بہرائچ تک بینی پرساد ورما تھے، بنارس میں سون لال پٹیل تھے اور اب انوپریہ پٹیل ہیں۔ ایسے میں یہ ذاتیں اپنے لیڈر بدل رہی ہیں۔ انوپریہ پٹیل اس وقت مرزا پور سے ایم پی ہیں اور اترپردیش قانون ساز اسمبلی میں ان کے حصے میں نوسیٹیں ہیں۔ دوسری جانب انوپریہ پٹیل اور ان کی والدہ کرشنا پٹیل کے درمیان کشیدگی کی خبروں کے بعد یہ قیاس آرائیاں کی جارہی ہیں کہ سون لال پٹیل نے جس کرمیوں کی پارٹی اپنا دل کی تشکیل کی تھی اس کی نمائندگی اب ماں یا بیٹی میں سے کون کرے گی۔ یہ ایک اہم سوال ہے۔

اترپردیش کی سیاست میں یہ تاریخ رہی ہے کہ جب بھی یہاں قومی پارٹیاں مضبوط ہوتی ہیں تو علاقائی پارٹیوں کو نقصان اُٹھانا پڑتا ہے۔ اس کی تازہ ترین مثال راشٹریہ لوک دل ہے، جس کا اثر مغربی اترپردیش کے سہارنپور سے لے کر میرٹھ، مظفرنگر اور بجنور وغیرہ تک ہے۔

۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۷ء کے انتخابات میں راشٹریہ لوک دل کو مغربی اترپردیش میں بی جے پی کے خطرے کی وجہ سے سب سے زیادہ نقصان اُٹھانا پڑا ہے۔ ۱۹۹۶ء میں چودھری اجیت سنگھ نے یہ پارٹی بنائی تھی، تب سے لے کر اب تک آہستہ آہستہ پارٹی اپنی زمین پکڑنے لگی تھی۔ ۲۰۰۲ء کی بی ایس پی حکومت میں آرایل ڈی کو دو کابینہ وزارتی عہدے ملے تھے۔ اس کے بعد ۲۰۰۴ء کے انتخابات میں آرایل ڈی نے لوک سبھا کی تین سیٹیں جیتیں لیکن دس سال بعد ۲۰۱۴ء میں آرایل ڈی نے یوپی اے کے ساتھ مل کر الیکشن لڑا اور تمام سیٹیں گنوا بیٹھی۔ اس کے بعد ۲۰۱۷ء کے اسمبلی انتخابات میں آرایل ڈی نے صرف ایک سیٹ جیتی اور آخر میں وہ سیٹ بھی ہار گئی۔ راشٹریہ لوک دل کے اثر ورسوخ کا دائرہ سہارنپور سے شروع ہوکر آگرہ پٹی تک ہے اور اس پارٹی کی سب سے خاص پہچان یہ ہے کہ اس میں جس ذات کے لیڈر کا غلبہ ہوتا ہے وہ ہمیشہ اپنے علاقے سے ہی لڑنا چاہتا ہے۔

کیشو دیو موریہ جنھوں نے ۲۰۰۸ء میں بہوجن سماج پارٹی سے علاحدگی کے بعد مہان دل کی بنیاد رکھی تھی، نے حال ہی میں سماج وادی پارٹی کے ساتھ اتحاد کیا ہے۔ کیشو دیو موریہ، جو اترپردیش کی کئی ذاتوں جیسے موریہ، بھگت، کشواہا، سینی اور شاکیہ کی نمائندگی کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، کا مغربی اترپردیش کی کچھ اسمبلی حلقوں میں اچھا خاصا رسوخ ہے۔ یوپی میں جس طبقہ کے لیڈر کیشو پرساد موریہ ہیں، سوامی پرساد موریہ اور کیشو دیو موریہ بھی اسی سے تعلق رکھتے ہیں۔ سوامی پرساد اور کیشو پرساد بی جے پی میں ہیں تاہم سوامی پرساد موریہ نے بی جے پی کا ساتھ چھوڑ دیا اور اب وہ بھی سماجوادی پارٹی کے ساتھ ہیں۔

سیاسی ماہرین کی مانیں تو ندیوں کے کنارے آباد یہ کمیونٹی انتخابی نظریہ کے اعتبار سے بہت خاص ہے۔ اترپردیش میں نشاد ہر دریا کے کنارے پائے جاتے ہیں۔ مغربی اترپردیش میں جمنا سے متصل غازی آباد اور نوئیڈا سے لے کر دوسرے علاقوں تک یہ کمیونٹی آباد ہے۔ نیز پوروانچل میں گنگا کے کنارے الٰہ آباد سے لے کر دیگر مقامات تک نشاد اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔ نشاد ایک اہم کمیونٹی ہے جو سیاست کو متاثر کرتی آئی ہے اور یہ پارٹی کے لیے اہم ہے۔ بی جے پی اسے اپنے ساتھ جوڑنے کی مسلسل کوشش کررہی ہے تاہم بی جے پی کے ساتھ یہ پہلے سے ہی جڑی ہوئی ہے ساتھ ہی سماجوادی پارٹی کا بھی حصہ رہی ہے۔ یہی نہیں بی ایس پی کو بھی اس کمیونٹی سے ووٹ ملتے ہیں لیکن اس بار لڑائی اس بات پر ہے کہ سب سے زیادہ ووٹ کس کو ملے گا۔ بی جے پی اس سمت میں کوشش کررہی ہے۔ بی جے پی تمام فلاحی اسکیموں کے ذریعہ انھیں اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کررہی ہے تاہم لکھنؤ کی حالیہ ریلی میں امت شاہ کی طرف سے کوئی اعلان نہ کیے جانے پر نشاد برادری کے لوگوں میں بی جے پی کے تئیں ناراضگی بڑھی ہے۔ اس کے باوجود نشاد پارٹی کے لیڈر ڈاکٹر سنجے نشاد فی الحال بی جے پی کے ساتھ ہیں۔

ان پارٹیوں کے علاوہ اترپردیش میں شیوپال یادو سے لے کر پیس پارٹی سمیت کئی چھوٹی پارٹیاں ہیں لیکن یہ چھوٹی پارٹیاں اس وقت بڑی بن جاتی ہیں جب لوک سبھا یا اسمبلی انتخابات میں کسی ایک پارٹی کو واضح اکثریت نہیں ملتی۔ یہ جماعتیں اپنے معاشرے کی ایک خاص طبقہ کی قیادت کرتی ہیں اور یہ قیادت کبھی کبھی بڑی پارٹیوں کے لیے راحت تو کبھی زحمت بھی بن جاتی ہیں۔

بہرحال ۱۰ر مارچ کو نتائج کیا آنے والے ہیں، کون فاتح ہوگا، کون مفتوح مگر یہ طے ہے کہ اس مرتبہ کے یہ اسمبلی انتخابات خاص طور پر اترپردیش کے انتخاب اپنے نتائج کے اعتبار سے انتہائی اہم ہوں گے اس لیے کہ یہ ہی انتخابات ۲۰۲۴ء کے پارلیمانی انتخابات کی سمت متعین کرنیوالے ہیں۔ ◻◻

اترپردیش میں شیوپال یادو سے لے کر پیس پارٹی سمیت کئی چھوٹی پارٹیاں ہیں لیکن یہ چھوٹی پارٹیاں اس وقت بڑی بن جاتی ہیں جب لوک سبھا یا اسمبلی انتخابات میں کسی ایک پارٹی کو واضح اکثریت نہیں ملتی۔ یہ جماعتیں اپنے معاشرے کی ایک خاص طبقہ کی قیادت کرتی ہیں اور یہ قیادت کبھی کبھی بڑی پارٹیوں کے لیے راحت تو کبھی زحمت بھی بن جاتی ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ اترپردیش میں ایسے چار طبقے ہیں جن کی موجودگی پورے اترپردیش میں ہے۔ ان میں برہمن، ٹھاکر، دلت اور مسلمان شامل ہیں۔ ان کے علاوہ دیگر کئی طبقات ہیں جن میں دوسری ذاتوں کے مختلف علاقے اور ان علاقوں کے اپنے اپنے لیڈران ہیں جیسے بارہ بنکی سے بھرائچ، بنارس سے سون بھدر، فتح پور سے بندیل کھنڈ تک لیکن یوپی میں ایسا کوئی لیڈر نہیں ہوا جو ان تینوں جگھوں پر کرمیوں کا لیڈر رہا ہو۔ بارہ بنکی سے بھرائچ تک بینی پرساد ورما تھے، بنارس میں سون لال پٹیل تھے اور اب انوپریہ پٹیل ہیں۔ ایسے میں یہ ذاتیں اپنے لیڈر بدل رہی ہیں۔

میزان

مولانا عبدالحمید نعمانی

اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ خراب کرنے کی سازش

۹/۱۱ کے بعد سے خصوصاً مسلسل یہ کوشش جاری ہے کہ اسلام اور مسلم ملت کی ایک مخصوص مکروہ شبیہ سامنے لائی جائے تاکہ سیاسی وسماجی، اقتصادی اور تہذیبی و مذہبی طور سے صیہونی وذات برادری پر مبنی طرزِ حیات کا تفوق قائم ہوجائے اور مسلم ملت احساسِ کمتری وجرم میں مبتلا ہوکر مختلف شعبہ ہائے حیات میں جدوجہد ترک کردے اور ظلم و جور کے خلاف مزاحمت سے الگ ہوجائے۔ اس کے لیے میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ گمراہ کن تاریخ نویسی، ادب کا زبردست طریقے سے استعمال کیا جارہا ہے۔ اس سے مختلف سطحوں پر غلط فہمیوں کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں سے نفرت وتشدد کا دائرہ وسیع تر ہوتا جارہا ہے۔ یہ تقریباً یکطرفہ طور سے ہورہا ہے۔ مغربی، صیہونی اور اعلیٰ ذاتیں تفوق کے لیے غیر دیانت دارانہ وغیر منصفانہ جارحانہ ابلاغی وادبی یلغار کے مقابلے کوئی ایسی قابل مطالعہ مؤثر تخلیقی تحریر سامنے نہیں آرہی ہے، جو صورتِ حال کے دوسرے رُخ کو بھی لاسکے۔ اپنے اسلوب وسطح کے مطابق مرحوم مشرف عالم ذوقی بڑی حد تک اچھی تخلیقی کاوشیں منظر عام پر لارہے تھے۔ ہمارے بیشتر ادبا اور تخلیق کار بری طرح مادہ پرسی اور سیاست زدگی کے شکار ہوگئے ہیں۔ برسوں سے آگ کا دریا، اُداس نسلیں، خدا کی بستی، راجا گدھ، مکان، شام اودھ وغیرہ کی طرح کوئی تخلیقی ادب سامنے نہیں آیا ہے۔ اس کی تلافی کسی نہ کسی حد تک ذوقی کے آتش رفتہ کا سراغ، مرگِ انبوہ اور مردہ خانے میں عورت سے ہورہی تھی۔ پڑوسی ملک میں کئی اچھے تخلیق کار ہیں جو عصری مسائل اور سیاسی، سماجی اور تہذیبی رویے اور منحرف جذات وخیالات کو ادبی وتخلیقی اسلوب وسطح پر بڑی حد تک کامیابی سے سامنے لاکر ایک جہت دینے کا کام کررہے ہیں لیکن اس میں ایک مخصوص رنگ وآہنگ ہے جو بھارت جیسے ملک کے سماجی وتہذیبی رویے اور مغربی وصیہونی یلغار کے تناظر میں زیادہ مؤثر نہیں ہے۔ نمرہ احمد اور عمیرہ احمد کے کچھ تخلیقی کام بھارت کے ایک حصے میں خاصے پسند کیے جاتے ہیں تاہم یہ کرسٹوفر کے مہابھارت کا رہسیہ، امیش کے مہاراجا سہیل دیو، اشونی سانگھی کے روضہ بال و نشاولی، کال چکر وغیرہ کا مقابلہ کرتے نظر نہیں آتے۔ آبِ حیات اور عمل وغیرہ ایک خاص ماحول میں چلتا پھرتا اور کام کرتا نظر آتا ہے۔ اس کے ذریعہ دیودت پٹنائک کی آستھا، رامیش، اشون سانگھی، کرسٹوفر کے پھیلائے اثرات ونتائج کا ازالہ مشکل ہے۔ پڑوسی ملک کا سماجی وتہذیبی منظرنامہ آج کی تاریخ میں بالکل الگ ہے۔ وہاں سرمایہ دارانہ، زمیندارانہ اور وڈیرائی نظام کے مطالعہ کی راہ ہموار نہیں ہو پاتی ہے۔ جبکہ کرسٹوفر، اشون سانگھی اور امیش مغرب کی بالادستی اور بھارت کی روایات کے حوالے سے ہندوتووادی سنسکرتی کو ہندستانی تہذیب باور کراتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردانہ سرگرمیوں سے جوڑ کر ان کی ایک مخصوص مکروہ شبیہ قارئین کے سامنے پروستے اور اپنے مقاصد کو ان کے دل ودماغ میں اُتارنے میں کسی نہ کسی طور سے کامیاب نظر آتے ہیں۔ کرسٹوفر ۲۴۴ قبل مسیح میں عظیم راجا اشوک کو ایک قدیم بھیانک راز کا پتہ چلتے دِکھاتے ہوئے مہابھارت کے عہد میں لے جاتا ہے جو اتھاہ گہرائی میں سمایا ہوا ہے۔ رازِ سربستہ کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے ایکدم چھلانگ لگا کر حال میں پہنچ جاتا ہے جس میں مہابھارت کا تباہ کن راز موجودہ وقت میں ایک جوہری سائنسداں کے دسترس میں آجاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں اس کا قتل ہوجاتا ہے۔ یہ ایک دلچسپ تجسس بھرا عمل اور کھیل ہے، اس میں یقینی طور سے قارئین شامل یا ساتھ ہونا چاہیں گے لیکن کھیل کا رُخ اسلامی دہشت گردی اور مسلم ملت کی وطنی اور عالمی سطح کی خوفناک سرگرمیوں کی طرف کردیا جاتا ہے۔

بلیک، بولا، فاروق صدیقی کے بارے میں تو سنا ہوگا، عمران نے کندھے جھٹکے، ہندستان میں اس نام کے ڈھیروں آدمی ہیں۔ بن لادن کے چھپنے کے ٹھکانے سے ملی ویڈیو کلپ میں دھندلا چہرہ لیکن صاف نظر آتا ہے کہ القاعدہ کا نیا لیڈر الجواہری ہے۔ عربی خطاب کا انگریزی ترجمہ سامنے آرہا ہے کہ مغرب کو عراق اور افغانستان میں مسلمانوں کی زندگیوں کی تباہی کی قیمت چکانی ہوگی۔ الجواہری اے کے ۴۷ رائفل لہراتا ہوا چیخ رہا ہے ''کافر مریں گے''، ان کا خیال ہے کہ وہ اعلیٰ ترین ہیں لیکن اب عالم اسلام کے پاس ایسے طاقتور ہتھیار ہوں گے جن کو دنیا نے کبھی دیکھا نہ ہوگا۔ ایسے ہتھیار جو ہمیں اسلام کی فتح حاصل کرنے میں معاون ہوں گے۔ بھائیو! یہ فاروق صدیقی جوہری سائنسداں ہے جس نے ایٹم بم بنانے میں مدد کی ہے۔ یہ جو بات میں نے کہی اس کی تائید کرے گا، فاروق صدیقی نے کہا کہ ہتھیاروں کو بنانے کی فیکٹریاں کھڑی کی جارہی ہیں، ہم نے نمونے تیار کرلیے ہیں۔ ایک بار یہ فیکٹریاں کھڑی ہوجانے کے بعد اسلام کو دنیا میں اپنے حق کا دعویٰ کرنے سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ اس کے ساتھ ہی ٹوپی دھاری لوگوں کے گروپ نے اپنی خودکار بندوقوں کو آسمان کی طرف اُٹھا کر فائر کیے، وہ ویڈیو ختم ہوگیا۔ فاروق ۲۰۰۳ء میں اچانک غائب ہوگیا تھا۔ یہ مانا جاتا تھا کہ جوہری رازوں کو چرانے کی کوشش کے دوران یا تو اسلامی دہشت گردوں نے اغوا کرلیا تھا یا ماردیا گیا تھا لیکن کچھ دستاویز سے لگتا ہے کہ فاروق صدیقی نام کا ایل ای ٹی کوئی لیڈر ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ایل ای ٹی کے تار (باقی صفحہ ۱۴ پر)

گوشہ روزگار

بارڈر سیکورٹی فورس میں کانسٹبل (ٹریڈ) بھرتی

مرکزی حکومت کے وزارتِ داخلہ کے تحت سینٹرل پولیس آرگنائزیشن یا سینٹرل آرمڈ پولیس فورس (سی اے پی ایف) میں بارڈر سیکورٹی فورس (بی ایس ایف)، انڈو تبتین بارڈر پولیس (آئی ٹی بی پی) اور ششستر سیمابل (ایس ایس بی) شامل ہیں۔ نیشنل سیکورٹی گارڈ (این ایس جی) بھی اسی زمرے میں شامل ہیں، ان فورسز کے جوان بہت چاق و چوبند ہوتے ہیں۔ منتخب ہونے کے بعد اور ڈیوٹی جوائن کرنے تک اور مختلف محاذ، مورچوں یا سرحدوں پر ڈیوٹی جوائن کرنے کے بعد روزانہ سخت ڈرل، مشق اور ورزش ان جوانوں کا روزانہ کا معمول ہوتا ہے۔ ان کی تربیت اسی نہج پر کی جاتی ہے کہ وہ چوبیسوں گھنٹے اپنی ذمہ داری نبھانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ ان تمام فورسیز کو علاحدہ علاحدہ ذمہ داری سونپی گئی ہے، مگر حسب ضرورت انھیں ملک کی کسی بھی سرحد اور خصوصاً سرحدی علاقوں میں تعینات کیا جاتا ہے۔ جہاں تک بارڈر سیکورٹی فورس (بی ایس ایف) کا تعلق ہے اس کی بنیادی ذمہ داری پاکستان اور بنگلہ دیش کی سرحد سے متصل ہمارے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنا، اسمگلنگ کی روک تھام، گھس پیٹھ پر قدغن لگانا، سرحدی علاقوں میں آرمی کا آنا جانا ممکن بنانے کے لیے سڑکوں اور پلوں کی تعمیر شامل ہے۔ دستیاب اعداد وشمار کے مطابق بارڈر سیکورٹی فورس کا کل عملہ تقریباً دولاکھ ۶۵ ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور اس کا سالانہ بجٹ بیس ہزار ۷۰۰ کروڑ روپے ہے۔ اس وقت مرکزی وزارتِ داخلہ نے ۱۴رجنوری ۲۰۲۲ء کو ڈائریکٹوریٹ جنرل بارڈر سیکورٹی فورس کے ریکروٹمنٹ سیکشن کی معرفت ایک نوٹیفکیشن کے ذریعہ مختلف ٹریڈ سے ایک یا دوسالہ آئی ٹی آئی کامیاب یا دوسالہ ڈپلوما کامیاب امیدواروں سے درخواستیں طلب کی ہیں جس کی تفصیلات اس مضمون میں پیش کی جارہی ہیں۔

یہ بات بالکل درست ہے کہ ہمارے نوجوان ان فورسز میں کم ہی نظر آتے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ ان شعبوں میں ہمارے نوجوانوں کی عدم دلچسپی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں ہونے والی بھرتیوں میں ہمارے اہل نوجوان کی درخواستیں بھی ہزاروں میں ہونی چاہیے تب جاکر ان فورسز میں ہمارے نوجوان خاطر خواہ تعداد میں نظر آئیں گے۔

موقع کیا ہے؟: بارڈر سیکورٹی فورس میں مختلف ٹریڈ سے فاروغ دوہزار ۷۸۸ کانسٹبل (ٹریڈ) کی بھرتی ہونی ہے۔ اس میں ۱۳۷/اسامیاں خواتین کے لیے مختص ہیں۔ یہ بھرتی ۲۲-۲۰۲۱ء کے لیے ہورہی ہے۔

ضروری تعلیمی لیاقت: (۱) امیدوار دسویں کامیاب ہوں اور متعلقہ ٹریڈ میں دوسال کام کا تجربہ رکھتے ہوں۔ (نان آئی ٹی آئی) یا (۲) امیدواروں کے پاس ایک سال کا آئی ٹی آئی کا سرٹیفکیٹ ہو، ساتھ ہی ایک سال کا تجربہ ہو، یا (۳) امیدواروں کے پاس متعلقہ ٹریڈ میں دوسال کا ڈپلوما/آئی ٹی آئی فارغ ہونے کا سرٹیفکیٹ ہو۔

بھرتی کی نوعیت: یہ بھرتی اسٹیٹ وائز اور ٹریڈ وائز ہورہی ہے۔ تمام تفصیلات شائع کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا دلچسپی رکھنے والے امیدواروں کو چاہیے کہ وہ اس ریکروٹمنٹ کے لیے جاری نوٹیفکیشن کا باریکی سے مطالعہ کریں۔ جو بی ایس ایف کی ویب سائٹ پر ۱۴رجنوری ۲۰۲۲ء کو جاری ہوا ہے۔ امیدوار جس ریاست سے تعلق رکھتے ہیں یا ڈومیسائل رکھتے ہوں، اسی ریاست کے لیے جاری اسامیوں کے لیے درخواست دے سکتے ہیں۔ امیدواروں کے پاس ڈومیسائل سرٹیفکیٹ ہونا لازمی ہے۔

امتحانی فیس: سوروپے ادائیگی بذریعہ نیٹ بینکنگ یا نزدیکی کامن سروس سینٹر (سی ایس سی) کے ذریعہ۔ خواتین امیدواروں نیز ایس سی، ایس ٹی امیدواروں کے لیے کوئی فیس نہیں ہے۔

امتحانی مرکز: (ریاست، مرکزی حکومت کے زیرانتظام علاقہ) اسٹیٹ وائز بھرتی ہوتی ہے لہٰذا اس کی ذمہ داری بی ایس ایف کے متعلقہ فرنٹیئر ہیڈ کوارٹرس کو دی گئی ہے۔ مہاراشٹر، گجرات، دمن و دیو، نگر حویلی اور گوا کے امیدواروں کی ریکروٹنگ ایجنسی اور سینٹر کا پتہ درج ذیل ہے: فرنٹیئر ہیڈکوارٹر، بی ایس ایف، گجرات، پی وی بی ایس ایف کیمپس، چلوڑہ روڈ، گاندھی نگر، گجرات-۳۸۲۰۴۵

نوٹ: دیگر ریاستوں اور مرکزی علاقوں کے امیدوار امتحانی مرکز کی تفصیل کے لیے نوٹیفکیشن کا مطالعہ کریں۔

عمر کی حد: وہ امیدوار جو یکم اگست ۲۰۲۱ء کو ۱۸ سے ۲۳ سال کے ہوں وہ درخواست دے سکتے ہیں، عمر کی اوپری حد میں او بی سی امیدواروں کو تین سال اور ایس سی، ایس ٹی امیدواروں کو ۵ سال کی رعایت ہوگی۔

فزیکل اسٹینڈرڈ: ☆مردوں کے لیے اونچائی ۱۶۵ سینٹی میٹر، سینہ ۷۸ (باقی صفحہ ۱۴ پر)

دریچے

م۔س۔ج۔

دنیا بھر میں دوارب ۹۰ کروڑ افراد انٹرنیٹ سے محروم: اقوامِ متحدہ

اقوامِ متحدہ کی ایجنسی انٹرنیشنل ٹیلی کمیونی کیشن یونین (آئی ٹی یو) نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ دُنیا بھر میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والے افراد کی تعداد میں اگرچہ اضافہ ہوا ہے لیکن اب بھی دنیا میں دوارب ۹۰ کروڑ افراد انٹرنیٹ استعمال نہیں کرتے۔ رپورٹ کے مطابق ایک اندازے کے مطابق سال ۲۰۱۹ء میں دنیا بھر میں چار ارب دس کروڑ افراد کو انٹرنیٹ کی سہولت میسر تھی جو ۲۰۲۱ء میں بڑھ کر چار ارب نوے کروڑ تک پہنچ گئی ہے۔ آئی ٹی یو کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ یہ خوش آئند امر ہے البتہ اب بھی انٹرنیٹ استعمال کرنے کی سہولت غیر مساوی ہے۔ رپورٹ کے مطابق جن دوارب ۹۰ کروڑ افراد کے پاس انٹرنیٹ کی سہولت موجود نہیں ہے ان میں سے ۹۰ فیصد کا تعلق ترقی پذیر ممالک سے ہے۔ اس کے علاوہ اب بھی جو لوگ انٹرنیٹ استعمال کررہے ہیں، ان میں سے کروڑوں افراد کبھی کبھار ہی انٹرنیٹ استعمال کرپاتے ہیں۔ آئی ٹی یو کے سیکریٹری جنرل نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ اگرچہ دُنیا کی دوتہائی آبادی آن لائن ہے لیکن اب بھی سب تک انٹرنیٹ پہنچانے کے لیے بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایجنسی سب کے ساتھ مل کر پوری کوشش کرے گی کہ انٹرنیٹ سے ان افراد کو جوڑنے کے لیے سہولیات میسر ہوں تاکہ کوئی بھی پیچھے نہ رہ سکے۔ ایجنسی نے اپنی رپورٹ فیکٹس اینڈ فنگرز کے ۲۰۲۱ء ایڈیشن میں انکشاف کیا ہے کہ عالمی وبا کے پہلے سال کے دوران عالمی سطح پر انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد میں دس فیصد اضافہ ہوا ہے جو ایک دہائی میں اب تک کا سب سے زیادہ اضافہ ہے۔

رپورٹ کے مطابق انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد میں ۲۰۱۹ء کے بعد سے زیادہ اضافہ ترقی پذیر اور غریب میں ہوا۔ ترقی پذیر ممالک میں یہ اضافہ تیرہ فیصد جبکہ اقوامِ متحدہ کی جانب سے ۴۶ کم ترین ترقی یافتہ ممالک میں یہ اضافہ بیس فیصد تک ریکارڈ کیا گیا۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ دنیا بھر میں ۶۲ فیصد مرد جبکہ ۵۷ فیصد خواتین انٹرنیٹ استعمال کرتی ہیں۔ جبکہ شہروں میں انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی تعداد ۷۶ فیصد اور دیہات میں یہ تعداد ۳۹ فیصد ہے۔ مذکورہ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا کہ ۱۵ سے ۲۴ برس کی عمر کے ۷۱ فیصد نوجوان انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے تمام خطوں میں نوجوان دوسری عمر کے افراد سے زیادہ انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں۔ آئی ٹی یو نے رپورٹ میں نشاندہی کی کہ جہاں دنیا بھر میں انٹرنیک استعمال کرنے والے افراد میں سے ۹۵ فیصد کے پاس کہنے کو تھری جی اور فور جی کی سہولیات ہیں لیکن اربوں افراد درست طریقے سے انٹرنیٹ سے کنٹیکٹ نہیں ہو پاتے۔ رپورٹ میں ترقی پذیر ممالک میں انٹرنیٹ کے مہنگے ہونے کی بھی نشاندہی کی گئی جبکہ انٹرنیٹ کی سہولیات کو استعمال کرنے کی عدم تربیت کو بھی اتنی بڑی تعداد کے انٹرنیٹ سے مرحوم ہونے کی وجہ قرار دیا گیا۔

پندرہ منٹ میں سو فیصد چارج ہونے والا فون

شیاؤمی نے ۲۰۲۲ء کا آغاز ایک نئی اسمارٹ فون سیریز-۱۱ آئی سے کیا ہے۔ جو می ۱۰ آئی کی جگہ لے گی۔ شیاؤمی ۱۱ آئی میں ۵ جی سپورٹ دی گئی ہے جس کے لیے میڈیا ٹیک کے ڈیمینسٹی ۹۲۰ پروفیسر کی مدد لی گئی ہے۔ پروسیر کے لحاظ سے یہ فون مڈرینج فون ہے مگر اس سے ہٹ کر فیچرز کے مطابق اس کم قیمت فون میں فلیگ شپ فیچرز دیئے جائیں گے۔ کمپنی کی جانب سے جاری ٹیزر سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ فون متاثر کن ۱۲۰ واٹ فاسٹ چارجنگ سپورٹ سے لیس ہوگا اور ۱۰۰ فیصد بیٹری محض ۱۵ منٹ میں چارج ہوجائے گی۔ شیاؤمی کے گلوبل نائب صدر مانو کمار جین نے ٹوئٹر میں تصدیق کی کہ شیاؤمی ۱۱ آئی میں میڈیا ٹیک ڈیمینسٹی ۹۲۰ پروسیسر اور ہائپر چارج جیسے فیچرز ہیں۔ یہ فون ۶ر جنوری ۲۰۲۲ء کو متعارف کرایا گیا اور ہائپر چارج ریولیوشن اس کے ذریعے آپ تک پہنچے گا۔ شیاؤمی ۱۱ آئی میں ممکنہ طور پر می ۱۰ آئی کی طرح بیک پر ۱۰۸ میگا پکسل کیمرہ دیا گیا ہے جبکہ ۱۲۰ ہرٹز ریفریش ریٹ ڈسپلے ڈیوائس کا حصہ ہوگا۔ خیال رہے کہ شیاؤمی نے ۲۰۲۱ء کا اختتام نئی فلیگ شپ فون سیریز شیاؤمی ۱۲ کے ۳ فون سے کیا تھا جن کو سب سے پہلے چین میں فروخت کے لیے پیش کیا گیا۔

عمر دس برس، وزن ۸۵ کلو اور مقصد سومو پہلوانی

دس سالہ کیوٹا کاموگائی اپنی عمر کے بچوں سے دوگنی جسامت رکھتے ہیں۔ اب یہ حال ہے کہ وہ اپنے سے بڑے بچوں کو بھی لڑائی میں گرادیتے ہیں۔ اس وقت ان کا وزن ۸۵ کلوگرام ہے اور وہ ٹوکیو میں جوشن جی بدھ مت کے مندر میں تربیت لے رہے ہیں۔ گزشتہ برس وہ برطانیہ اور یوکرین میں انڈرٹین سوموقابلے کے چمپئن بھی رہے ہیں لیکن اب بھی وہ اپنے والد کی نگرانی میں ٹریننگ لیتے ہیں اور ہفتے میں چھ روز تک سخت ورزش کرتے ہیں۔ اپنے بھاری وزن کے باوجود کیوٹا تیراکی بھی کرتے ہیں۔ یہ تیراکی سومو پہلوانوں میں پھرتی اور سرعت پیدا کرتی ہے۔

کیوٹا نے اپنی پہلی کشتی اس وقت لڑی تھی جب وہ کے جی جماعت میں تھے۔ پہلوانی کے ایک استاد کے مطابق کیوٹا کو کچھ سکھانا نہیں پڑتا بلکہ وہ قدرتی انداز میں ہی سوموکشتی لڑنا جانتے ہیں، ان کے مطابق یہ بچہ غیر معمولی طور پر ذہین ہیں۔ یہاں تک کہ شرمیلے کیوٹا نے اپنے خاندان کو مجبور کیا کہ وہ اسے ٹوکیو کے فیوکاگاوا کے علاقے میں منتقل کردیں جو سوموپہلوانی سکھانے کا ایک اہم مرکز بھی ہے۔ اس بچے کو یہاں کے بہت سے کلب اور اسکول نے داخلے کی پیشکش بھی کی ہے۔ اس کے والد انھیں سخت تربیت فراہم کرتے ہیں تاہم وہ میجی ایلیمینٹری اسکول میں تعلیم بھی باقاعدگی سے حاصل کررہے ہیں۔ پہلوانی، ورزش اور تعلیم کے ساتھ ساتھ کیوٹا کو تفریح کے لیے بھی مناسب وقت فراہم کیا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ سومو پہلوانی کی تربیت بہت سخت اور مہنگی ہوتی ہے۔ اسے گوشت کے اسٹیک پسند ہیں اور روزانہ ایک لیٹر دودھ اس کی خوراک ہے، اس کے باوجود کیوٹا کو روزانہ ۲۷۰۰ سے ۴۰۰۰ کیلوریز کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ مناسب ورزش کرسکے لیکن اس کی سب سے عجیب وغریب غذا وزن بڑھانے والی ایک ڈش ہے جسے 'چونکونابے' کہا جاتا ہے۔ اسے کھانے سے اگلے دو سے تین برس میں بچے کا وزن مزید ۲۰ کلوگرام تک بڑھ جائے گا۔

میں ذاتی نفع نقصان کے نظریہ سے سیاست نہیں کرتا

عوامی مفاد میں بولنا میری ذمہ داری ہے، کسانوں کو فصل کی اچھی قیمت ملنی چاہیے

بی جے پی لیڈر اور ممبر پارلیمنٹ جناب ورون گاندھی کا انٹرویو

ان دنوں بی جے پی کے ممبر آف پارلیمنٹ ورون گاندھی سرخیوں میں ہیں۔ لگاتار اپنے بیانوں کے ذریعہ اپنی ہی حکومت سے سوال کررہے ہیں۔ کسان تحریک کی بات ہو یا نوجوانوں سے وابستہ مسائل، ان کے سوالوں نے سرخیاں تو بٹوری ہی، اپنی حکومت کو بھی کٹھ گھرے میں کھڑا کردیا۔ ورون گاندھی سے اپوزیشن کو بھی طاقت مل رہی ہے۔ ان کے سوال اُٹھانے کے پس پشت ان کی منشا کیا ہے۔ کیا وہ پارٹی کی کسی حکمت عملی کے تحت ایسا کررہے ہیں۔ مستقبل میں ان کا کیا سیاسی راستہ ہوسکتا ہے یہ سب جاننے کے لیے ورون گاندھی سے بات کی۔ پیش ہے بات چیت کے خاص حصے۔

س: آجکل آپ مسلسل کسانوں اور نوجوانوں سے وابستہ معاملے اُٹھا رہے ہیں۔ ایک آزاد آواز کے روپ میں اسے کس شکل میں دیکھا جائے؟

ج: عوام نے مجھے اپنے مسئلے اُٹھانے کے لیے ہی ممبر پارلیمنٹ منتخب کیا ہے۔ یہ میرا جمہوری کام ہے کہ میں عوامی مسئلوں پر آواز اُٹھاؤں۔ اگر عوامی مسائل کو میں نہیں اُٹھاؤں گا تو پھر انتخاب لڑنے، ممبر پارلیمنٹ بننے یا سیاست کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں رہیں گے۔

س: پارٹی لائن سے الگ کچھ بیان دینے میں آپ کو خوف نہیں آتا، آپ کی پارٹی قیادت سے کوئی بات چیت ہوئی؟

ج: دیکھئے میں کسی خوف یا فائدہ نقصان کے نظریہ سے سیاست نہیں کرتا۔ اگر عوام کے تعلق کے مسائل کو اٹھا نہیں سکتا تو ایسی سیاست کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ عوام کے مفاد میں بولتا ہوں تو کون روکے گا۔

کاشت کاری نقصان کا سودا بن چکا ہے اس لیے نوجوان کھیتی نہیں کرنا چاہتے، دوسرے بے روزگاری بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بے روزگار نوجوانوں کو مناسب روزگار مہیا کرانا، ان کی توانائی کو مثبت طریقے سے ملک کے مفاد میں استعمال کرنا ملک کے مستقبل کے لیے بیحد ضروری ہے۔

پارٹی میں بات چیت تو ہوتی رہتی ہے۔ میرے مشوروں کو ماننے سے پارٹی کو فائدہ ہی ہوگا۔

س: آپ اتر پردیش سے ایم پی ہیں۔ آپ نے الگ الگ مسائل کو لے کر یوپی کے وزیراعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کو خط لکھا۔ کیا کبھی اس کا جواب آیا؟

ج: جواب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ ان موضوعات کا موزوں حل نکلنا چاہیے۔

س: کیا پانچ ریاستوں کے انتخابات میں نوجوانوں اور کسانوں کی ناراضگی یا مہنگائی کا اثر دیکھا جاسکتا ہے؟

ج: عوام کے مسئلوں کا اثر انتخابات پر ہوتا تو ہے لیکن صرف کچھ موضوعات کی بنیاد پر ہی انتخابات میں ہار جیت ہوتی ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔ موضوعات کا اثر تو پڑے گا لیکن کس موضوع کا کتنا اثر ہوگا یہ کہنا بہت مشکل ہے۔

س: ویسے آپ کی نظر میں ملک کی تین سب سے بڑے مسائل کیا ہیں؟

ج: کسانوں کو فصلوں کی مناسب اور فائدہ مند قیمتیں نہیں مل رہی ہیں، لاگت بڑھ رہی ہے، کاشت کاری نقصان کا سودا بن چکا ہے اس لیے نوجوان کھیتی نہیں کرنا چاہتے۔ دوسرے بے روزگاری بہت بڑا مسئلہ ہے۔ بے روزگار نوجوانوں کو مناسب روزگار مہیا کرانا، ان کی توانائی کو مثبت طریقے سے ملک کے مفاد میں استعمال کرنا ملک کے مستقبل کے لیے بیحد ضروری ہے۔ تیسرے معیشت مختلف وجوہات کی بنا پر کافی خراب حالت میں ہے جس کا برانتیجہ مہنگائی، بے روزگاری وغیرہ کی صورت میں آرہا ہے۔

عوام کے مسئلوں کا اثر انتخابات پر ہوتا تو ہے لیکن صرف کچھ موضوعات کی بنیاد پر ہی انتخابات میں ہار جیت ہوتی ہے۔ یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے، موضوعات کا اثر تو پڑے گا لیکن کس موضوع کا کتنا اثر ہوگا یہ کہنا بہت مشکل ہے۔

س: آپ نے کسانوں کے مسئلہ پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ آپ کے حساب سے تینوں زرعی قوانین میں کہاں خامی رہ گئی؟

ج: ان قوانین میں کچھ ایسی تجاویز تھیں جن کی وجہ سے منڈی نظام برباد ہوسکتا تھا۔ زراعت اور اجناس کا کاروبار کچھ پرائیویٹ کمپنیوں کے ہاتھوں میں سمٹ سکتا تھا۔ مستقبل میں کسان اور صارفین دونوں کا نقصان ہوتا اور ملک میں روٹی بہت مہنگی ہوجاتی۔

س: ویسے ملک کی سیاست کس سمت میں جاتی نظر آرہی ہے؟

ج: سبھی پارٹیاں اور حکومتیں اپنے اپنے طریقے اور پالیسیوں سے عوامی مفاد میں کام کرنے کی کوشش کرتی ہیں جو عوام کی نظروں میں اچھا لگتا ہے اسے عوام دوبارہ موقع دیتی ہے، جو ایسا نہیں کرتے انھیں عوام انتخابات میں باہر کا راستہ دِکھا دیتی ہے۔ میری رائے میں عوام کا ووٹ زیادہ معنی رکھتا ہے۔ عوام سب کی سیاست کو ہر پانچ سال میں پیمائش کرلیتی ہے۔ یہی جمہوریت کی خوبصورتی ہے۔

س: ان دنوں اصل موضوعات کی جگہ کئی بار ہیٹ یا دوسری چیزیں زیادہ حاوی ہوجاتی ہیں، گرتے معیار پر آپ کیا کہنا چاہیں گے؟

ج: غیر مناسب باتوں کے لیے سبھی ذمہ دار ہیں۔ حکومت، سیاسی پارٹی، عام لوگ اور میڈیا سب کی ذمہ داری ہے۔ اسے روکنا ہوگا مگر بولنے کی آزادی بھی متاثر نہیں ہونی چاہیے۔

پرائیویٹائزیشن ہر مرض کی دوا نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں اشتراکی معیشت ہے۔ بینک صحت مند معیشت کی بنیاد ہے۔ پرائیویٹائزیشن سے معیشت اور عام دولت کا بہاؤ متاثر ہوتا ہے۔ بینکوں تک عام آدمی کا رابطہ قائم رہنا بے حد ضروری ہے، ورنہ معیشت کا خسارہ تو ہوگا ہی معاشی فاصلہ بھی اور بڑھے گا۔

س: آپ نے بینکوں کے پرائیویٹائزیشن پر بھی سوال اُٹھائے، کیا خطرے ہیں اس کے؟

ج: پرائیویٹائزیشن ہر مرض کی دوا نہیں ہے۔ ہمارے ملک میں اشتراکی معیشت ہے۔ بینک صحت مند معیشت کی بنیاد ہے۔ پرائیویٹائزیشن سے معیشت اور عام دولت کا بہاؤ متاثر ہوتا ہے۔ بینکوں تک عام آدمی کا رابطہ قائم رہنا بے حد ضروری ہے، ورنہ معیشت کا خسارہ تو ہوگا ہی معاشی فاصلہ بھی اور بڑھے گا۔

س: آپ خود کو اگلے کچھ سالوں میں کس صورت میں دیکھنا چاہیں گے؟

ج: جیسا عوام چاہے گی۔ ❑❑

کورونا کے باعث کہیں جشن، کہیں ماتم

امیروں کی دولت اور غریبوں کی تعداد دوگنی، ہندستان کا حال اور بھی ابتر: آکسفیم

دُنیا کے امیر ترین افراد کی دولت میں کورونا وبا کے دوران بھی غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے۔ دوسری جانب غریبوں کی تعداد بڑھ رہی ہے اور عالمی سطح پر غربت اور سماجی عدم مساوات میں مزید اضافہ نوٹ کیا گیا۔ آکسفیم کی تازہ رپورٹ کے مطابق کورونا وائرس کی وبا کے دوران غریبوں کی تعداد دوگنی ہوگئی ہے۔ دوسری طرف امیروں کی دولت میں دوگنا اضافے کے ساتھ ارب پتیوں کی تعداد ۱۰۲ سے زیادہ ہوگئی ہے۔ برطانوی فلاحی تنظیم آکسفیم نے اپنی تازہ رپورٹ میں اس بات کا انکشاف کیا ہے۔ آکسفیم کے مطابق دنیا کے دس امیر ترین افراد کی مجموعی دولت سات سو بلین امریکی ڈالر سے بڑھ کر ایک اعشاریہ پانچ ٹریلین امریکی ڈالر تک پہنچ گئی ہے۔ داؤس میں عالمی اقتصادی فورم کے سالانہ اجلاس سے قبل شائع کی گئی رپورٹ کے مطابق جہاں دنیا کے دس امیر ترین ارب پتی افراد کی دولت تقریباً دوگنی ہوگئی ہے، وہیں غربت میں رہنے والے افراد کے لیے مشکلات بھی بڑھتی جارہی ہیں اور مزید ایک سو ساٹھ ملین سے زائد افراد غربت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ آکسفیم کی رپورٹ میں بڑھتے اقتصادی، صنفی اور نسلی عدم مساوات کے ساتھ ساتھ دنیا کے ممالک میں بڑھتی تفریق کی نشاندہی کی گئی ہے۔ رپورٹ کے مصنّفین کے مطابق یہ اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ یہ ایک انتخاب ہے۔ معاشی تشدد اس وقت ہوتا ہے جب پالیسی کا انتخاب سب سے امیر اور طاقتور لوگوں کے لیے کیا جاتا ہے۔ اس سے ہم سب، کا غریب ترین افراد، خواتین اور لڑکیوں سمیت نسلی امتیاز سے متاثر ہونے والے گروپس کا خاص طور پر نقصان ہوتا ہے۔ آکسفیم انٹرنیشنل کی ایگزیکٹیو ڈائریکٹر گابریلا بچر کے بقول کووڈ-۱۹ کی وبا نے لالچ کے محرکات واضح کردیئے ہیں جس میں سیاسی اور معاشی مواقع شامل ہیں۔ اس وجہ سے انتہائی عدم مساوات، معاشی تشدد کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ رپورٹ کے مصنّفین نے دنیا بھر کی حکومتوں سے بین الاقوامی کمپنیوں اور امیر ترین افراد پر زیادہ ٹیکس لگانے کی اپیل کی ہے۔ اس کے علاوہ عالمی سطح پر ویکسین کی تقسیم بھی زیادہ مساوی بنانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

ہوا کے دوش پر

تھائی لینڈ کے ٹیٹو آرٹسٹ کی ۸ بیویاں

تھائی لینڈ میں ایک ٹیٹو آرٹسٹ ایک دو نہیں بلکہ آٹھ بیویوں کے ساتھ رہتا ہے اور یہ تمام بیویاں ایک چھت کے نیچے انتہائی خوش بھی ہیں۔ اونگ ڈیم سروت نامی ایک نوجوان ٹیٹو آرٹسٹ نے حال ہی میں اپنی ان شادیوں سے متعلق بتایا۔ یوٹیوب پر نشر ہونے والے اس شو میں ٹیٹو آرٹسٹ نے اپنی تمام بیویوں سے سب کو متعارف کروایا اور یہ بھی بتایا کہ وہ ان سے کب اور کہاں ملا۔ انھوں نے بتایا کہ وہ پہلی بیوی نونگ اسپرائٹ سے دوست کی شادی پر ملا اور اس سے شادی کی پیشکش کردی۔ دوسری بیوی نونگ ایل سے ملاقات مارکیٹ میں ہوئی اور تیسری بیوی سے ملاقات ایک اسپتال میں ہوئی۔ ٹیٹو آرٹسٹ کی چوتھی، پانچویں اور چھٹی بیوی سے سوشل میڈیا پر بالترتیب انسٹاگرام، فیس بک اور ٹک ٹاک پر ملاقات ہوئی۔ اسی طرح ساتویں بیوی سے ملاقات ایک عبادت گاہ میں ہوئی جب وہ اپنی والدہ کے ساتھ اس مقام پر تھے جبکہ آٹھویں بیوی سے ملاقات چار بیویوں کے ساتھ پتایا میں چھٹیاں منانے کے دوران ہوئی۔

اپنے پالتو کتے کو سبزیاں کھلائیے اور ۱۷ لاکھ روپے سالانہ کمائیے

ایک برطانوی کمپنی نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص خود سبزیاں اور پھل کھانے کے ساتھ ساتھ اپنے پالتو کتوں کو بھی سبزیوں سے بنی غذائیں (ویگن فوڈ) تین سال تک مسلسل کھلائے گا، اسے سالانہ ۳۰ ہزار پاؤنڈ (تقریباً ۱۷ لاکھ روپے) سالانہ کا معاوضہ دیا جائے گا۔ اومنی نام کی یہ کمپنی ماحول دوست ہونے کی دعویدار ہے جو کتوں کے لیے سبزیوں اور پھلوں سے تیار کردہ غذائیں فروخت کرتی ہے۔ اپنی پریس ریلیز میں اومنی نے کہا ہے کہ گوشت کی جگہ سبزیوں اور پھلوں کو اپنی غذا کا مستقل حصہ بنا کر ہم اس زمین کے ماحول کی حفاظت میں بہت اہم کردار ادا کرسکتے ہیں جبکہ اس پیشکش کا مقصد بھی لوگوں کو اس پہلو کی طرف مالی فائدے کی ترغیب دیتے ہوئے متوجہ کرنا ہے۔ یہ پیشکش صرف برطانوی شہریوں کے لیے ہے جس کے تحت آن لائن رجسٹریشن کا آغاز بھی کردیا گیا ہے۔ منتخب امیدواروں کو پہلے مرحلے میں تین ماہ تک ۲۵۰۰ پاؤنڈ ماہانہ کے علاوہ پھل اور سبزیاں خریدنے کے لیے اضافی رقم اور کتوں کے لیے اومنی کی تیار کردہ سبزیجاتی غذا (ویگن فوڈ) بھی فراہم کی جائے گی۔ اس مرحلے پر کتوں کے منتخب مالکان کو ہر ہفتے ایک تفصیلی سوالنامہ بھی بھرنا پڑے گا جس میں اپنی اور اپنے کتوں کی صحت پر مکمل سبزی خوری کے اثرات ہر پہلو سے بیان کریں گے۔ کتوں کے حوالے سے جو معلومات دینا ہوں گی ان میں عمومی صحت، توانائی کی کیفیت، طرزِ عمل، رویہ، ہاضمہ، سونے کے اوقات اور انداز، کھال، بالوں کی رنگت اور وزن وغیرہ شامل ہیں۔ پہلے مرحلے میں فاتح قرار پانے والے امیدوار کو سالانہ ۳۰ ہزار پاؤنڈ معاوضہ دیا جائے گا۔

وہائٹ ہاؤس میں ایک نئی بلی کا راج

امریکی صدر جو بائیڈن کی اہلیہ جل بائیڈن کو اپنی محبوب بلی کی یاد ستانے لگی ہے جس کے بعد اس بلی کو فارم ہاؤس سے وہائٹ ہاؤس منتقل کردیا گیا ہے۔ عالمی خبر رساں ادارے کے مطابق وہائٹ ہاؤس میں دندناتی پالتو بلی کو بھی اپنی اہمیت کا احساس ہے اس لیے وہ کہیں بھی اور کبھی بھی چہل قدمی کرتی ہوئی پہنچ جاتی ہے۔ یہ اعتماد اس پالتو بلی کو اس لیے حاصل ہوا کیونکہ وہ امریکی صدر کی اہلیہ جل بائیڈن کی چہیتی بلی ہے۔ اس بلی کی عمر دو سال ہے اور یہ پہلی بار جل بائیڈن کو ریاست پنسلوینیا میں ۲۰۲۰ء کو اپنے آبائی شہر ولوگرو میں ملی تھی اور اسی لیے بلی کا نام بھی ولو رکھا گیا ہے۔ اس بلی نے انتخابی مہم کے دوران اسٹیج پر چھلانگ لگا کر جل بائیڈن کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔ ایک فارم ہاؤس میں رہنے والی اس بلی کی یہ حرکت جل بائیڈن کو بھا گئی اور دونوں کے درمیان قربتیں بڑھنے پر فارم ہاؤس کے مالک نے بلی بائیڈن خاندان کو دے دی تھی تاہم اب تک وہ فارم ہاؤس میں ہی رہ رہی تھی۔ گزشتہ برس اپریل میں جل بائیڈن نے اعلان کیا تھا کہ بہت جلد ایک مادہ بلی ان کے خاندان کا حصہ بنے گی تاہم اب طویل انتظار کے بعد وہائٹ ہاؤس میں بائیڈن خاندان کی پالتو بلی کو متعارف کرادیا ہے۔ واضح رہے کہ سابق صدر جارج بش کے دور میں بھی وہائٹ ہاؤس میں ایک بلی مقیم تھی جس کا نام انڈیا تھا۔

ماضی کے جھروکے سے

تاریخ ہند کا ایک ورق

ہندستان میں اسلامی حکومت

۱

تحریر: مولانا واضح رشید ندوی

عالم اسلام کے نقشہ میں ہندستان پہلی صدی ہجری میں داخل ہوا جبکہ محمد بن قاسم نے سندھ کو فتح کیا جس کو ولید بن عبدالملک کے دور میں حجاج بن یوسف الثقفی نے ہندستان بھیجے جانے والے لشکر کی کمان سونپی تھی۔ مغربی ہندستان کے شمالی خطے میں افغانی قبائل متعدد بار اور مختلف مراحل میں ہندستان میں داخل ہوئے اور پھر اپنے وطن واپس ہوگئے۔ اس دوران حکومت مختلف ہاتھوں میں رہی جن کا تعلق کبھی غزنویوں سے رہا تو کبھی غوریوں سے، ان کے علاوہ دیگر حاکم خاندان اور مما لک وغیرہ نے بھی حکومت کی تا آنکہ مغل بادشاہ ہمایوں بن بابر ۹۳۳ھ میں ہندستان کا حکم ہوا، اسی نے وہ مغل حکومت قائم کی جو تیرہویں صدی ہجری تک پورے آب وتاب سے چلتی رہی، اس کا خاتمہ ہندستان پر انگریزوں کے تسلط سے ہوا جبکہ ۱۲۷۳ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں آخری مغل فرمانرواں بہادر شاہ ظفر کو جلاوطن کر کے رنگون بھیج دیا گیا۔

ہندستان میں غیر عرب یعنی عجمیوں میں سے سب سے پہلے جو شخص مغربی پہاڑوں کے راستہ سے داخل ہوا وہ محمود بن سبکتگین غزنوی (۳۸۸-۴۲۱ھ) ہے جس نے متعدد بار ہندستان پر حملہ کیا۔ تقریباً اس کے سترہ مشہور حملے ہیں جن میں اس کو فتح وکامرانی نصیب ہوئی اور وہ غزنہ واپس ہوگیا۔

یہ عظیم الشان فتوحات بغداد میں عباسی خلیفہ کی خوشنودی ورضا کا سبب ہوئیں، غزنویوں کے پے بہ پے حملوں نے ہندستان کی دفاعی قوت کی کمر توڑ دی، بار بار ہونے والے ان حملوں کی لپیٹ میں دہلی کے قریب کے علاقے بھی آئے، البتہ ان لوگوں نے دہلی اور مرکزی خطوں کو اپنے اہداف میں شامل نہیں کیا۔

> **غوریوں کے عہد میں قطب الدین ایبک کے ہاتھوں گجرات فتح ہوا، قطب الدین شہاب الدن غوری کا مملوک تھا، شہاب الدین ۵۷۳ھ میں ہندستان آیا تھا، علاء الدین خلجی کے عہد میں قطب الدین ایبک دہلی میں داخل ہوا اور اس کو فتح کر کے اپنا دارالحکومت بنایا، اسی کے ساتھ بڑے وسیع خطے کی فتح ہوئی۔**

غوریوں کے عہد میں قطب الدین ایبک کے ہاتھوں گجرات فتح ہوا، قطب الدین شہاب الدن غوری کا مملوک تھا، شہاب الدین ۵۷۳ھ میں ہندستان آیا تھا، علاء الدین خلجی کے عہد میں قطب الدین ایبک دہلی میں داخل ہوا اور اس کو فتح کر کے اپنا دارالحکومت بنایا، اسی کے ساتھ بڑے وسیع خطے کی فتح ہوئی، اس کی وفات کے بعد سلطان شمس الدین التمش نے حکومت سنبھالی، پھر تغلق خاندان کی حکمرانی قائم ہوئی، اس خاندان کی حکومت عباسی خلافت کے تابع تھی، اس عہد میں مملکت اسلامیہ کی حدود میں خاطر خواہ اضافہ ہوا یہاں تک کہ لودھی خاندان کی حکومت قائم ہوگئی۔

۹۳۳ھ میں بابر تیموری کابل سے آیا اور اس نے مغل حکومت کی بنیاد رکھی، پھر اس کے بیٹے نصیر الدین ہمایوں متوفی ۹۶۳ھ کے زمانے میں شیر شاہ فرید خاں سوری متوفی ۹۵۲ھ نے حکومت پر قبضہ کر کے ایسی منظّم مملکت قائم کی جس کی نظیر اس سے قبل نہیں ملتی، اس کے بعد حکومت کی باگ ڈور ہمایوں کے بیٹے اکبر نے سنبھالی جس کے والد کو ہندستان سے نکل جانے پر مجبور کیا گیا تھا، اس کا جانشین اس کا بیٹا جہانگیر ہوا جس کی امام احمد بن عبدالاحد الفاروقی السرہندی نے بڑی اچھی تربیت فرمائی تھی، اس کے والد نے اس کے اندر جو فساد پیدا کیا، امام موصوف نے اس کی اصلاح کی اور ان سے تعلق کی بنا پر مملکت کا نظام بھی بہت کچھ تبدیل ہوا۔ (جاری)

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی نواب ڈھاکہ سے ملاقات

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو ایک کانفرنس کے سلسلے میں ڈھاکہ مدعو کیا گیا۔ آپ نے شرح صدر نہ ہونے کی بنا پر عذر فرمایا، لیکن نواب سلیم اللہ صاحب ڈھاکہ اور علمائے دیوبند کے اصرار پر اپنے کچھ شرطوں کے ساتھ جانا منظور فرمالیا۔ ایک مرتبہ اس سے پہلے بھی نواب سلیم اللہ صاحب کی دعوت پر آپ تشریف لے جاچکے تھے۔ اصرار پر اپنے سفر کا ارادہ تو کرلیا لیکن فراست سے آپ محسوس فرمارہے تھے کہ سفر کا پورا ہونا مشکل ہے۔ اس لیے آپ نے وہ سفر اپنے ذاتی خرچ سے کیا۔ کلکتہ پہنچے تو نواب صاحب نے اپنے عزیز کے ذریعہ وہاں طعام قیام کا شایانِ شان انتظام کرایا۔ اور ان عزیزوں نے حضرت والا سے ملاقات بھی کی، باتوں باتوں میں نواب سلیم اللہ صاحب کے یہ عزیز جو خود بھی بڑے رئیس تھے، حضرت سے کہنے لگے کہ آپ کے انکار کے بعد آپ کی تشریف آوری سے نواب صاحب کو بہت بڑی مسرت ہوئی ہے، فرماتے تھے کہ آپ کی شرطیں بڑی سخت ہیں جن کو قبول نہیں کرسکتے، جیسے ایک تو یہ کہ کوئی ہدیہ پیش نہ کیا جائے، حضرت نے فرمایا کہ نہ دینے کی شرط کیا مشکل ہے، دینا تو دشوار ہوسکتا ہے، رئیس نے عرض کیا: صاحب جس سے محبت ہوتی ہے اس کو تو ہدیہ دینے کے لیے جی چاہتا ہی ہے، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جائے، حضرت نے جواب دیا: یہ ضروری ہے کہ محبوب کو اپنے گھر بلا کر ہدیہ دیا جائے، اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر یا بھیج کر بھی تو ہدیہ دیا جاسکتا ہے۔ رئیس ہونا اور بات ہے اور سلیقے سے گفتگو کرنا اور بات ہے۔ اس منتظم کو بات کرنا نہ آئی اور نخوت سے کہا: معاف فرمائے پیاسا کنویں کے پاس آتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی کو یہ کلمات سن کر بہت رنج ہوا، مگر آپ نے ناگواری کو ظاہر نہیں کیا اور نہایت تہذیب سے اس رئیس کو مخاطب کیا: آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ حضرات کنواں ہیں اور ہم پیاسے اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم لوگ کنواں ہیں اور آپ پیاسے اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے، اس لیے کہ ضرورت کی دو چیزیں ہیں، دین اور دنیا، ان میں سے ہمارے حاجت کی ایک چیز ہمارے پاس ہے (یعنی دین) فرق اتنا ہے کہ ہمارے حاجت کی جو چیز آپ کے پاس ہے (یعنی دنیا) اللہ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے لیکن آپ کی حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے (یعنی دین) وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں، آپ ہمارے محتاج ہوئے یا ہم آپ کے؟ آپ پیاسے اور ہم کنواں ہوئے یا ہم پیاسے اور آپ کنواں ہوئے۔ وہ رئیس شرمندہ ہوکر بغلیں جھانکنے لگا اور حضرت والا نے وہیں سے قطع سفر کا ارادہ کرلیا اور واپس تشریف لے آئے۔ (یادگار ملاقاتیں، ص ۳۳۵)

یہ تو خیانت ہوگی

ایک دفعہ حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی نور اللہ مرقدہٗ کی طبیعت ناساز ہوگئی، کئی دن ہوگئے افاقہ نہیں ہو رہا تھا، مہمانوں کی آمد ورفت کی وجہ سے قطعاً آرام کرنے کو نہیں ملتا تھا۔ ہم لوگوں نے درخواست کی کہ حضرت ایک دو دن گھر آرام کرلیں، تو جلدی افاقہ ہوجائے گا، پہلے تو انکار کرتے رہے، بہت اصرار کے بعد گھر چلنے کے لئے تیار ہوگئے، بعد نماز عشاء چند طلباء کے سہارے گھر تشریف لے گئے، خود سے چلنا بھی مشکل تھا، پھر ہم سب سوگئے، صبح ۳ر بجے میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضرت کے کمرہ کی بتی جل رہی ہے، قدیم گیٹ کے اوپر والے کمرے میں میرا قیام تھا، وہاں سے فوراً نیچے آیا، دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت بیٹھے ہوئے ہیں، نہ جانے کب آگئے کیسے آگئے؟ ہاتھ میں شرح جامی ہے، سامنے تپائی پر کئی شروحات رکھی ہیں، مطالعہ میں مصروف، میں نے کہا حضرت آپ کب آئے؟ کیسے آئے؟ طبیعت تو رات میں کافی خراب تھی، ایک آدھ دن گھر پر آرام ہی کر لیتے۔ تو حضرت فرمانے لگے کہ صبح سبق پڑھانا ہے، کیا بغیر مطالعہ کے سبق پڑھا دوں؟ یہ تو خیانت ہوگی، یہ تو خیانت ہوگی۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کا نظام حکومت (۳۴)

مالی بلوں کے پاس کرنے کا طریقہ: مالی بل پہلے ایوانِ نمائندگان میں پیش کیے جاسکتے ہیں۔ صدر ریاستہائے متحدہ کے زیر ہدایت بجٹ کا ڈائریکٹر ریاستہائے متحدہ کا بجٹ تیار کرتا ہے۔ اس کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک میں آمدنی کا جائزہ لیا جاتا ہے اور دوسرے میں مصارف کا تخمینہ پیش کیا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ حکومت کے مختلف محکموں کو کتنی کتنی رقموں کی ضرورت پڑے گی۔

بجٹ صدر کی ذمہ داری پر پیش کیا جاتا ہے۔ پھر کسی آمدنی کے بل (Revenue Bill) کو Committee of Mays and Means اور مصارف کے بل (Appropriation Bill) کو Committee on Appropriation کے سپرد کیا جاتا ہے۔ پہلے بل میں نئے ٹیکس لگانے کی تجویزیں ہوتی ہیں یا پرانے ٹیکس کی شرح میں اضافہ ہوتا ہے۔ بل کمیٹی لوگوں کی رائے معلوم کرنے کے بعد مناسب اور ضروری ترمیموں کے ساتھ یا بغیر ترمیم کے اس بل کو ایوان کے پاس واپس بھیج دیتی ہے۔ پھر ایوان میں ہر دفعہ پر بحث ہوتی ہے۔ ایوان سے پاس ہوجانے کے بعد اسے سینیٹ میں بھیجا جاتا ہے۔ سینیٹ اس میں جتنی چاہے ترمیمیں کرسکتی ہے۔ دونوں ایوانوں میں اتفاقِ رائے نہ ہونے کی صورت میں وہی طریقۂ کار اختیار کیا جاتا ہے جو عام بلوں کے سلسلے میں کیا جاتا ہے، یعنی کانفرنس کمیٹی کے سپرد کردیا جاتا ہے، پھر اسے صدر کے پاس دستخط کے لیے بھیج دیا جاتا ہے اور اس کے دستخط کے بعد یہ ایکٹ بن جاتا ہے۔

گاھے گاھے باز خواں...... ہفت روزہ الجمعیۃ ۱۶ سال پہلے

ماضی کے جھروکوں سے حال پر روشنی ڈالتے ہوئے مستقبل کا اشاریہ!

ہفت روزہ **الجمعیۃ** نئی دہلی

۲۸راپریل تا۴رمئی ۲۰۰۶ء

آفت آمد ولے بخیر گذشت!

۱۴راپریل ۲۰۰۶ء کو دہلی کی جامع مسجد کو دہشت گردوں نے نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی، اس پر ہفت روزہ الجمعیۃ کے مدیر تحریر ایم ایس جامعی نے ایک اداریہ تحریر کیا تھا جو حسب ذیل ہے۔

راجدھانی دہلی کی شاہجہانی جامع مسجد کو دہشت گرد اور شدت پسند عناصر نے ۱۴راپریل ۲۰۰۶ء کو جس طرح نشانہ بنانے کی کوشش کی اس سے ان عناصر کی نیت کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں ہے۔ گذشتہ ماہ بنارس کے سنکٹ موچن مندر اور ریلوے اسٹیشن پر بھی اسی طرح کی حرکتیں کی گئی تھیں۔ مقصد صاف تھا کہ جس طرح بھی ہوسکے ملک میں فرقہ وارانہ ماحول کو گرما دیا جائے۔ غالباً شدت پسند عناصر کو امید ہوگی کہ بنارس کے سنکٹ موچن مندر میں بم چٹخا دینے سے ہندو اور مسلمان مشتعل ہوجائیں گے اور وہ ایک دوسرے کو سبق سکھانے کے لیے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر شدت پسندوں کے ہندو مسلم اتحاد کو پارہ پارہ کردینے اور دونوں فرقوں کے درمیان شکوک وشبہات پیدا کردینے کا مقصد پورا ہوجائے گا مگر ایسا نہ ہوسکا اور بنارس کے ہندو اور مسلم رہنماؤں کی ہوشمندی نے اس شرارت کو ناکام بنادیا اور حالانکہ سنکٹ موچن مندر میں بم پھٹ جانے کے نتیجہ میں کافی جانی ومالی نقصان ہوا مگر بنارس جیسے حساس اور فرقہ وارانہ فسادات کے لیے بدنام شہر کی زندگی اور اس کے معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ دہشت گرد اور شدت پسند عناصر کی ایسی ناکامی تھی جس پر جتنا بھی چراغ پا ہوں وہ کم ہے اس لیے کہ یہ ان کے منصوبہ کی ہی نہیں بلکہ پورے طور پر مقصد کی ناکامی تھی۔

بنارس کی اس ناکامی سے بوکھلا کر شدت پسند عناصر نے راجدھانی کا رخ کیا اور انھوں نے اس کیلئے اس شاہجہانی جامع مسجد کا انتخاب کیا جو گذشتہ چار سو سال سے ہندستان میں فرقہ وارانہ اتحاد کی ایک علامت بنی ہوئی ہے۔ ۱۴راپریل کو جب مسلمانوں نے دوگانۂ جمعہ ادا کیا تھا وہیں عیسائی اپنا گڈ فرائی ڈے، پنجابی بیساکھی اور ہندو اپنا مکرسکرانتی کا تہوار بھی منا رہے تھے، جامع مسجد میں شدت پسند عناصر نے بنارس میں اپنی ناکامی کی بھڑاس نکالنے کی ناپاک کوشش کی۔ پانچ بجکر بیس منٹ اور پھر ساڑھے پانچ بجے حوض کے متصل دو بم دھماکے ہوئے جن میں ایک درجن سے زائد افراد زخمی ہوئے جن میں سے تادم تحریر ایک زخمی کی حالت نازک بنی ہوئی ہے۔

جامع مسجد دہلی میں ہونے والے ان دھماکوں سے جامع مسجد اور اس کے اطراف میں وقتی طور پر افراتفری کا ماحول ضرور نظر آیا مگر شاہی امام جناب سیّد احمد بخاری اور علاقہ کے ذمہ دار مسلم رہنماؤں کی کوششوں سے جامع مسجد اور اس کے اطراف کی زندگی جلد ہی معمول پر آگئی۔ ان بم دھماکوں سے مسجد اور اس کی عمارت کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا اس لیے کہنا چاہیے کہ ''آفت آمد ولے بخیر گذشت!'' اور جسے ہم احسانِ خداوندی کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ ابتلاء وآزمائش کے اس موقع پر راجدھانی دہلی کے مسلمانوں نے بھی مکمل سکون اور فراست ایمانی کا مظاہرہ کیا اور حالات کو کنٹرول میں رکھنے کے لیے جامع مسجد کی انتظامیہ اور حکومت کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ یہ ہی وجہ تھی کہ مغرب کے وقت تک جامع مسجد میں مکمل سکون ہوچکا تھا اور پھر مغرب وعشاء کی نمازیں پورے سکون و اطمینان کے ساتھ ادا کی گئیں۔ حالات پر کنٹرول پانے کے لیے شاہی امام مولانا سیّد احمد بخاری کو داد دینا ہوگی۔ انھوں نے حادثہ کے فوراً بعد مسلمانوں اور دہلی کے عوام کو تلقین کی کہ وہ بنارس کے جیالے لوگوں کی تقلید کریں جنھوں نے سنکٹ موچن مندر اور گیان واپی مسجد احاطے میں ہونے والے حادثات کے بعد اپنے صبر وتحمل کا مثالی مظاہرہ کیا اور شہر کی فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو برقرار رکھنے میں کامیابی حاصل کی۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ جامع مسجد کے اس اندوہناک حادثہ کا نہ صرف ملی تنظیموں نے سخت نوٹس لیا ہے بلکہ ملک کے ہر حلقہ اور طبقہ بخیال کی طرف سے اس کی بھرپور مذمت کی گئی ہے۔ مرکزی و ریاستی حکومتیں بھی اس حادثہ کے بعد حرکت میں آگئی ہیں اور اس تاریخی یادگار شاہجہانی جامع مسجد کی حفاظت کی طرف بھرپور توجہ دی جارہی ہے۔ مرکزی وریاستی حکومت کے سربراہان اور اعلیٰ حلقے اس حادثہ پر اپنی تشویش کا اظہار کرچکے ہیں۔ انھوں نے ملک بالخصوص راجدھانی کے عوام سے امن وامان کے قیام کی اپیل کی ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہٗ اور ناظم عمومی مولانا سیّد محمود مدنی ایم پی نے جامع مسجد میں وقوع پذیر ہونے والے بم دھماکوں کی پرزور مذمت کی ہے اور اسے انسانیت کے خلاف ایک مجرمانہ حرکت سے تعبیر کیا ہے۔ ساتھ ہی دونوں رہنماؤں نے عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ امن وامان بحال رکھیں۔ خدا کا فضل واحسان ہے کہ دہلی کے عوام نے اپنے رہنماؤں کی اس اپیل پر پوری توجہ دی اور راجدھانی کی تاریخی فرقہ وارانہ ہم آہنگی پر کوئی معمولی سی خراش بھی نہیں آنے دی۔

ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ ان بم دھماکوں کا ذمہ دار کون ہے، یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ اس حادثہ کے ذمہ دار لوگوں کا پتہ لگا کر انھیں کیفر کردار تک پہنچائے مگر ہم یہ ضرور کہنا چاہیں گے کہ ان بم دھماکوں کی کسی پر ذمہ داری ڈالنے کے لیے حکومت روایتی طریقے اختیار کرنے کے بجائے ان پوشیدہ اور غیر معروف حقائق پر بھی توجہ دے جن کو ایسے معاملات میں عام طور پر قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا۔ گذشتہ پندرہ برسوں سے جب بھی کوئی ایسا بدبختانہ واقعہ رونما ہوتا ہے اس کی ذمہ داری معروف دہشت گرد تنظیموں پر ڈال دی جاتی ہے۔ کچھ لوگوں کو گرفتار کرلیا جاتا ہے اور دعویٰ کردیا جاتا ہے کہ حادثہ کے ذمہ دار لوگوں کا پتہ لگالیا گیا ہے۔

ہمیں اس سے انکار نہیں ہے کہ دہشت گرد تنظیمیں انتشار پیدا کرنے کا اپنا مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جاسکتی ہیں، ہمیں ان کی گرفت کے لیے حکومت کی مستعدی کا بھی اعتراف ہے اور جامع مسجد میں ہونے والے بم دھماکوں کے سلسلہ میں اس کے ذمہ داروں تک پہنچنے کے لیے حکومت جو کررہی ہے ہم اس سے بھی متفق ہیں مگر ان بم دھماکوں کے تعلق سے تفتیش کا ایک پہلو اور بھی ہے جس پر ہماری خفیہ ایجنسیوں کو توجہ دینی چاہیے۔

۶رمارچ کو بنارس کے سنکٹ موچن مندر میں ہونے والے بم دھماکوں پر وی ایچ پی لیڈر مسٹر پروین توگڑیا نے اپنا ردّعمل ظاہر کرتے ہوئے دھمکی دی تھی کہ اگر جہادیوں نے یہ حملے بند نہ کیے تو اس کا ردّعمل بھی ہوسکتا ہے۔ ہماری خفیہ ایجنسیوں کو تفتیش کے اس پہلو کو بھی دیکھنا چاہیے کہ جامع مسجد دہلی کے حالیہ بم دھماکے کہیں ۶رمارچ کے سنکٹ موچن مندر کے بم دھماکوں کا ردّعمل تو نہیں ہیں۔

(باقی صـ۱۴ پر)

جمہوری نظام میں ووٹ ایک اہم طاقت اور مؤثر ہتھیار

تحریر: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

’جہاد‘ ایک ایسا لفظ ہے جس کو مغربی اہل قلم اور حکومتوں نے بدنام کر کے رکھ دیا ہے، یہاں تک کہ مسلمانوں کی نئی نسل بھی جہاد کے تذکرہ پر شرمندگی اور احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہے حالانکہ یہ محض پروپیگنڈہ یا غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امن اور انصاف قائم کرنے کی کوشش کو ’جہاد‘ کہتے ہیں۔ جہاد کا تعلق صرف میدانِ کارزار اور فولادی و آتشیں ہتھیاروں سے نہیں ہے، بلکہ انسان کی ان تمام صلاحیتوں سے ہے جو امن وانصاف قائم کرنے کے مقصد کو پورا کرسکتی ہیں۔ جہاد زبان سے بھی ہے، چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا جہاد کی سب سے افضل صورت ہے۔ اور جو کام زبان کرتی ہے وہی کام بعض اوقات زیادہ بہتر طور پر قلم کے ذریعہ انجام دیا جاتا ہے، اسی لیے قلم بھی جہاد کا ایک ذریعہ ہے۔ جہاد مال کے ذریعہ بھی ہے، خود قرآن مجید میں اس کا ذکر موجود ہے۔ جہاد کا تعلق انسان کے نفس اور جسمانی مشقوں سے بھی ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کو بھی جہاد قرار دیا۔ کیونکہ حج میں انسان نفس کے خلاف مجاہدہ کرتا ہے، نہ اپنی مرضی کا لباس پہن سکتا ہے نہ خوشبو کا استعمال کرسکتا ہے اور اسے اپنی بعض جائز خواہشات کو بھی چھوڑنا پڑتا ہے۔ جہاد کی آخری شکل وہ ہے جس کو ’جنگ‘ کہا جاتا ہے، اس کا مقصد عدل وانصاف قائم کرنے اور شر وفساد کو دور کرنے میں آخری درجہ کی قوت کا استعمال کرنا ہے۔

غرض کہ جہاد کا مقصد متعین ہے لیکن آلات ووسائل متعین نہیں ہیں۔ ہر زمانہ میں جو طاقت اور جو صلاحیت انصاف کو قائم کرنے میں ممد و معاون ہوسکتی ہے، ظالموں کو زیر کرسکتی ہے اور سماج پر اثر انداز ہوسکتی ہے، ان وسائل کا استعمال کیا جانا چاہیے۔ اس سلسلہ میں قرآن مجید کا یہ ارشاد ہماری رہنمائی کرتا ہے کہ:

”جہاں تک ہوسکے ان کے مقابلہ میں طاقت کو منظم کرو۔“ (انفال:۶۰)

مشہور مفسر علامہ فخر الدین رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ ہر ایسی چیز کو شامل ہے جس کے ذریعہ دشمن سے مقابلہ کیا جاسکتا ہو۔ اس سے کون سے ہتھیار مراد ہیں؟ مفسرین نے اس کو بھی متعین کرنے کی کوشش کی ہے، چنانچہ بعض اہل علم نے تیر اندازی مراد لی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے پڑھنے کے بعد تین دفعہ فرمایا کہ اصل قوت تیر اندازی ہی میں مضمر ہے۔ خود قرآن مجید کی اس آیت میں گھوڑوں کا ذکر کیا گیا ہے جو گزشتہ زمانوں میں جنگ کے لیے ایک مفید، ذہین اور تیز گام سواری تھی۔ ذکر تیر کا ہو یا گھوڑے کا، یہ ایک علامتی لفظ ہے جس کا مقصد ہے ہر دور کے مؤثر اور طاقتور ترین ہتھیار کا استعمال۔

اللہ کا شکر ہے کہ ہم لوگ جس دور میں زندگی گزار رہے ہیں، یہ جمہوری تصورات کے غلبہ کا عہد ہے، جس میں رائے عامہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے، جس میں پرامن طریقہ پر انقلاب لانا ممکن ہے، جس میں اکثریت کی رائے کا خاص وزن ہوتا ہے، جمہوری نظام حکومت کا ایک اہم اور بنیادی عمل الیکشن ہے۔ الیکشن میں زیادہ ووٹ حاصل کر کے اقتدار حاصل کیا جاسکتا ہے اور ووٹ کی طاقت استعمال کر کے حکومتیں بدلی جاسکتی ہیں اس لیے حکومتوں کی پالیسیوں پر اثر انداز ہونے اور ضرورت پڑنے پر انھیں برخاست اور ختم کروانے کے لحاظ سے الیکشن بھی اس قوت میں شامل ہے، جس کے جمع کرنے کا قرآن مجید نے حکم دیا ہے، خصوصاً ہندستان جیسے ملک میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ انتخابی سیاست میں مسلمانوں کے حصہ لینے کی بے حد اہمیت ہے۔

الیکشن میں حصہ لینے کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ ووٹ ڈالنے کی کوشش کریں۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بعض اہل علم نے ووٹ کو گواہی کے حکم میں رکھا ہے۔ گواہی دینا بوقت ضرورت واجب ہے اور اس سے بڑی ضرورت کیا ہوگی کہ فرقہ پرست پارٹیوں کو بام اقتدار تک پہنچنے سے روکا جائے۔ عملی طور پر یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جہاں کہیں مسلمانوں نے ووٹ ڈالنے کا اہتمام کیا وہاں سیکولر طاقتوں کو آگے بڑھانے اور فسطائی قوتوں کو پیچھے ہٹانے میں مدد ملی ہے۔

الیکشن میں حصہ لینے کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمان زیادہ سے زیادہ ووٹ ڈالنے کی کوشش کریں۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ بعض اہل علم نے ووٹ کو گواہی کے حکم میں رکھا ہے۔ گواہی دینا بوقت ضرورت واجب ہے اور اس سے بڑی ضرورت کیا ہوگی کہ فرقہ پرست پارٹیوں کو بام اقتدار تک پہنچنے سے روکا جائے۔ عملی طور پر یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جہاں کہیں مسلمانوں نے ووٹ ڈالنے کا اہتمام کیا وہاں سیکولر طاقتوں کو آگے بڑھانے اور فسطائی قوتوں کو پیچھے ہٹانے میں مدد ملی ہے۔

اس طاقت کو استعمال کرنے کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ مسلمان اپنے ووٹ کو بکھراؤ سے بچائیں اور پورے شعور کے ساتھ متحد ہو کر کسی ایک پارٹی کو ووٹ دیں۔ اکثریت تو ووٹ تقسیم ہونے کے باوجود اپنی سیاسی قوت برقرار رکھ سکتی ہے لیکن اس اقلیت کا کوئی وزن باقی نہیں رہ سکتا جس کی صفیں شکستہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اجتماعیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے ”ید اللہ علی الجماعۃ“ (نسائی، حدیث نمبر:۴۰۲۰) قرآن مجید کی ہدایت ہے کہ مسلمان مل جل کر اللہ کی رسی کو تھامیں اور پراگندہ ہونے سے بچیں: ”اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو۔“ (آل عمران:۱۰۳) انتشار اور بکھراؤ جو ہے وہ ہوا خیزی، شکست و ریخت اور قومی کمزوری کا سبب ہوتا ہے: ”آپس میں جھگڑا مت کرو ورنہ (متفرق اور کمزور ہو کر) بزدل ہو جاؤ گے۔“ (انفال:۴۶)

الیکشن میں مسلمانوں کے ووٹ کو بے اثر کرنے کے لیے دوررس اور بظاہر دلفریب سازشیں بھی کی جاتی ہیں اور مضبوط مسلمان امیدوار کے مقابلہ مسلم امیدوار ہی کھڑے کیے جاتے ہیں۔ ایسے موقع پر ضروری ہے کہ صورتحال کو دیکھتے ہوئے فیصلہ کیا جائے۔ جس طرح عہد نبوی میں اسلام دشمن طاقتیں منافقین کو اپنا آلہ کار بناتی تھیں لیکن مسلمان اس سے متاثر نہیں ہوتے تھے۔ اس اسوہ کو سامنے رکھا جائے۔ اگر کچھ مسلمان امیدوار پیسے لے کر مسلم یا سیکولر امیدوار کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوں تو یہ یقیناً رشوت ہے اور بمقابلہ عام رشوتوں کے زیادہ گناہ کا باعث ہے۔ کیونکہ اس کے نقصانات بہت زیادہ ہیں۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ آیا مسلمانوں کو اپنی الگ سیاسی جماعت قائم کرنی چاہیے جس کا رجحان بڑھ رہا ہے یا دوسری سیاسی جماعتوں میں شرکت کو ترجیح دینی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہر جگہ ایک ہی طریقۂ کار کو اختیار نہیں کیا جاسکتا بلکہ مختلف علاقوں کے حالات کے اعتبار سے جدا جدا طریقے مفید ہوسکتے ہیں۔ مسلم جماعتوں کے قیام میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ وہ قانون ساز اداروں میں کسی تحفظ کے بغیر مسلمانوں کی بات پہنچا سکتے ہیں۔ ہندستان کی بعض ریاستوں میں اس کا بڑا فائدہ محسوس کیا گیا ہے، خاص کر جنوبی ہند اور مشرقی ہند کے بعض اور علاقوں میں بھی مسلمانوں کی ایسی سیاسی تنظیمیں فائدہ مند ثابت ہوئی ہیں لیکن یہ ایسی جگہ پر ہی ممکن ہے جہاں مسلم آبادی مرتکز ہو۔ جہاں مسلم آبادی مرتکز نہ ہو وہاں مسلمانوں کی اپنی پارٹیوں کا قیام فائدہ مند کے بجائے نقصاندہ ثابت ہوسکتا ہے کیونکہ اگر آپ کے ایک دو ممبر منتخب بھی ہو گئے لیکن دوسری پارٹیوں نے یہ محسوس کر لیا کہ مسلمانوں کا ووٹ انھیں نہیں ملا تو آپ ان پر کوئی پریشر قائم نہیں کرسکتے اور صرف ایک دو ممبر کے ذریعہ آپ کا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔ ایسی جگہوں میں یہ بات زیادہ مفید ہوتی ہے کہ اپنی علاحدہ پارٹی قائم نہ کی جائے لیکن اپنے مطالبات کا ایجنڈا مرتب کیا جائے اور ان کو ان پارٹیوں کے سامنے پیش کیا جائے جو اپنے آپ کو سیکولر کہتی ہیں اور پھر ایسی پارٹی کے حق میں متحد ہو کر کوشش کی جائے جو مسلم ایجنڈے کو قبول کرے۔

ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ آیا مسلمانوں کو اپنی الگ سیاسی جماعت قائم کرنی چاہیے جس کا رجحان بڑھ رہا ہے یا دوسری سیاسی جماعتوں میں شرکت کو ترجیح دینی چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سلسلہ میں ہر جگہ ایک ہی طریقۂ یکار کو اختیار نہیں کیا جاسکتا بلکہ مختلف علاقوں کے حالات کے اعتبار سے جدا جدا طریقے مفید ہوسکتے ہیں۔ مسلم جماعتوں کے قیام میں یہ فائدہ ضرور ہے کہ وہ قانون ساز اداروں میں کسی تحفظ کے بغیر مسلمانوں کی بات پہنچا سکتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے کام غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ مل کر اشتراک کے ساتھ کیے ہیں۔ آپؐ نے ظلم وناانصافی اور لاقانونیت کو دور کرنے کے لیے حلف الفضول میں شرکت فرمائی ہے۔ اگرچہ یہ واقعہ نبوت سے پہلے کا ہے لیکن نبی بنائے جانے کے بعد بھی آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اب بھی اس کی طرف دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا۔ اسی طرح ہجرت کے بعد آپؐ نے مدینہ منورہ میں ایک ایسی مملکت کی داغ بیل ڈالی جس میں مسلمانوں اور یہودیوں کو یکساں طور پر مذہبی آزادی حاصل ہو اور دونوں یکساں طور پر دفاع کی ذمہ داریاں ادا کریں۔ جب تک خود یہودیوں کی طرف سے بدعہدی کے واقعات پیش نہیں آئے، یہ معاہدہ باقی رہا۔ یہ ایک مثال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت و مصلحت کے مطابق غیر مسلم قوموں کے ساتھ اشتراک اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے جن سیاسی پارٹیوں کا ایجنڈا کھلے طور پر اسلام اور مسلمانوں سے عداوت پر مبنی نہ ہو، ان پارٹیوں میں شرکت اور ایک باعزت معاہدہ کے تحت ان کے حق میں ووٹ دینے میں کوئی حرج نہیں۔

جہاں مسلم پارٹیوں کا قیام اور ان کے امیدواروں کا کھڑا ہونا مسلمانوں کے لیے نقصان کا باعث ہو اور اس سے فرقہ پرست پارٹیوں کو تقویت پہنچتی ہو، وہاں مسلم پارٹیوں کا امیدوار کھڑا کرنا یقیناً ایک نادرست عمل ہی کہلائے گا۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بعض دفعہ مسلم اکثریتی حلقوں سے فرقہ پرست ممبران منتخب ہو جاتے ہیں۔ یہ ایمانی فراست، سیاسی شعور اور ملی حمیت کے مغائر ہے۔

غرض کہ جمہوری نظام میں ووٹ ایک اہم طاقت اور ایک مؤثر ہتھیار ہے اور مسلمانوں کا ملّی فریضہ ہے کہ وہ نہایت شعور، ہوش مندی اور سمجھداری کے ساتھ اس ہتھیار کا استعمال کریں، نہ اپنے دشمنوں کے آلہ کار بن جائیں اور نہ جذبات کی رو میں بہہ کر ایسا قدم اُٹھائیں جو خود ان کے لیے نقصاندہ ہو۔ □□

عالمِ اسلام

سعودی شہری کا بغیر دروازے کا مہمان خانہ جہاں مسافر مفت قیام کرتے ہیں

سعودی عرب کی العلا کمشنری میں سعودی شہری کی مہمان نوازی مثال قائم کی ہے۔ گھر میں دروازے ہی نہیں لگائے تاکہ مہمانوں اور مسافروں کی خدمت کی جاسکے۔ عاجل نیوز کے مطابق سعودی ٹی وی کے پروگرام میں ’خالد الحربی‘ نے بتایا کہ مسافر ہمارے مہمان ہیں اور انہیں کسی قسم کی دشواری نہ ہو اسی وجہ سے اپنے مہمان خانے میں دروازے ہی نہیں لگائے۔ خالد الحربی کا کہنا تھا کہ گزشتہ ۱۵ برس سے مہمان خانے میں لوگوں کا استقبال کسی غرض کے بغیر کیا جا رہا ہے۔ مہمانوں اور مسافروں کی خدمت کے لیے نہ صرف وسیع و عریض مہمان خانہ تعمیر کرایا ہے بلکہ مہمانوں کے قیام وطعام کے لیے بھی تمام ضروریات سے آرستہ کمرے بھی بنائے ہیں جہاں وہ مفت قیام کرسکتے ہیں۔ مہمان خانے میں ہمہ وقت لوگوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے جہاں ’عربی قہوہ‘ کی کیتلی ہمیشہ آگ پر رہتی ہے۔ مہمانوں کی تواضع کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

سعودی شہری کو ہم وطن کے قتل کے جرم میں سزائے موت

سعودی عرب کے شہر جدہ میں سعودی کو اپنے ہم وطن کے قتل کا جرم ثابت ہونے پر ۷رجنوری کو سزائے موت دی گئی ہے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی ایس پی اے کے مطابق وزارت داخلہ نے بیان میں کہا ہے کہ ’سعودی شہری محمد بن عبداللہ الحاتمی نے اپنے ہموطن ابراہیم بن محمد بن حسین الحاتمی کو سر پر وار کر کے ہلاک کر دیا تھا۔ محمد الحاتمی کو عدالت نے قتل کا الزام ثابت ہو جانے پر موت کی سزا سنائی تھی۔ یاد رہے کہ جنرل کورٹ کی جانب سے سزائے موت کے فیصلے کی توثیق اپیل کورٹ اور پھر سپریم کورٹ نے کر دی تھی۔ ایوان شاہی نے عدالتی فیصلے پر عمل درآمد کا فرمان جاری کیا جسے اتوار کو جدہ میں نافذ کر دیا گیا۔

امریکہ اور ایران کے تعلقات میں تبدیلی

امریکہ اور ایران کے تعلقات میں تبدیلی نظر آ رہی ہے اور ٹرمپ کے دور میں عائد پابندیاں ختم ہونا شروع ہونے لگی ہیں۔ حال ہی میں امریکی صدر جو بائیڈن کی انتظامیہ نے ایران کے جوہری پروگرام پر عائد پابندیاں ہٹانا شروع کر دیں۔ واضح رہے یہ پابندیاں سابق صدر ڈونلڈ ٹرمپ کی انتظامیہ نے ۲۰۲۰ء میں نافذ کی تھیں۔ امریکی محکمہ خارجہ کے ایک سینئر اہلکار نے کہا کہ بائیڈن انتظامیہ نے ایران کی پابندیوں سے استثنیٰ کو بحال کر دیا ہے کیونکہ امریکہ اور ایران کے درمیان ۲۰۱۵ء کے جوہری معاہدے میں واپسی پر بالواسطہ بات چیت آخری مرحلے میں داخل ہو گئی ہے۔ دراصل ٹرمپ انتظامیہ نے مئی ۲۰۲۰ء میں اس چھوٹ کو منسوخ کر دیا تھا جس میں روسی، چینی اور یورپی کمپنیوں کو ایرانی جوہری مقامات پر عدم پھیلاؤ کی کارروائیاں کرنے کی اجازت دی۔ محکمہ خارجہ کے ایک اہلکار نے کہا کہ یہ چھوٹ ان تکنیکی بات چیت کی اجازت دینے کے لیے ضروری تھی جو مذاکرات کے لیے ضروری ہیں۔ اس کا مقصد معاہدے پر واپس جانا ہے جسے باضابطہ طور پر مشترکہ جامع پلان آف ایکشن کہا جاتا ہے۔ واضح رہے اہلکار نے کہا کہ استثنیٰ کو بحال کرنا اس بات کا اشارہ نہیں ہے کہ واشنگٹن معاہدے پر واپسی کے لیے سمجھوتہ کرنے کے قریب ہے۔ انہوں نے کہا کہ پابندیوں سے اس چھوٹ کے بغیر تیسرے فریق کے ساتھ ذخیرے کو ٹھکانے لگانے اور عدم پھیلاؤ سے متعلق دیگر سرگرمیوں پر تفصیلی تکنیکی بات چیت کرنا ممکن نہیں ہے۔

یوم جمہوریہ، آئین ہند اور جمعیۃ علماء ہند

تحریر: اے آزاد قاسمی

یوم جمہوریہ یعنی وطن عزیز میں سیکولر، بھید بھاؤ سے پاک اور ہر طرح کی تفریق و امتیاز سے بالاتر آئین کے نفاذ کا دن۔ اگرچہ ہمارا ملک ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو ظالم و جابر گوروں کے جابرانہ تسلط سے مکمل طور پر آزاد ہوا لیکن ہم بھارتیوں کے جمہوری حقوق کی بحالی ۲۶؍جنوری کو ہی عمل میں آئی۔ چنانچہ اس تاریخ کی قومی اہمیت ہم جمہور کے لیے سب سے زیادہ ہے۔ گویا یوم جمہوریہ ہندستانی عوام کے لیے یوم عہد بھی ہے کہ وہ اس دن وطن عزیز کی جمہوری قدروں کی حفاظت کی قسم کھائیں اور آئین ہند کی روح کو مجروح کرنے والوں کے خلاف ہر قسم کی قربانی دینے کی عہد بستگی کا مظاہرہ بھی کریں۔

درحقیقت ہم نے ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء کو ایک ایسے آئین کو اپنایا جو نہ صرف سیکولرزم کا علمبردار ہے بلکہ ہر قسم کی تفریق و امتیاز سے بھی اہل وطن کو ماورا تصور کرتا ہے۔ آئین ہند کی ڈرافٹنگ میں اس وقت کے ماہرین قانون اور اعلیٰ دماغ افراد کی ایک مکمل ٹیم ڈاکٹر امبیڈکر کی سربراہی میں لگی اور دن رات ایک کرکے تقریباً تین سال کی مدت میں اسے حتمی شکل دینے میں کامیاب ہوئی تھی۔ دستور ساز کمیٹی کے ارکان کے ذریعہ آئین کے مسودہ پر بحث و مباحثہ کے لیے گیارہ اجلاس منعقد کیے گئے تھے جس میں ہر ایک پہلو پر اطمینان بخش انداز میں غور و فکر کے بعد اسے منظوری ملی اور یوں آئین کا نفاذ عمل میں آیا۔ اس طرح ۲۶؍جنوری کو یوم جمہوریہ کے طور پر منانے کی قومی روایت ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء کو شروع ہوئی۔ آئین ہند کی تمہید ہم ہندستانیوں کو جمہوریت کا پہلا سبق جس انداز میں پڑھاتی ہے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع سے اس کا اعادہ کریں:

”ہم بھارت کے عوام متانت و سنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بھارت کو ایک مقتدر، سماجوادی، غیر مذہبی، عوامی جمہوریہ بنائیں گے اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں: انصاف، سماجی، معاشی اور سیاسی آزادیٔ خیال، اظہارِ عقیدہ، دین اور عبادت، مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع اور ان سب میں اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سلمیت کا تیقن ہو۔ اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج ۲۶؍نومبر ۱۹۴۹ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں۔ وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔“

یقیناً اس آئینی تمہید کا ایک ایک لفظ ہمارے اکابرین و مجاہدین آزادی کی روشن خیالی اور ملک کے تئیں ان کی بلند و مثبت سوچ کی عکاس ہے۔ یہ تمہید ہی ایک طرح سے مکمل دستور کی آئینی روح اور نچوڑ ہے۔ اس کے سایہ تلے بسنے والا ہر بھارتی اپنے آپ کو پوری طرح سے محفوظ و مامون سمجھتا ہے۔ تاریخی طور پر آئین ہند دنیا کا سب سے ضخیم تحریری دستور ہے۔ اس ضخیم قانونی دستاویز میں جمہوریت کے بنیادی، سیاسی نکات اور حکومتی اداروں کے ڈھانچہ، طریقۂ کار اختیارات اور ذمہ داریوں نیز بھارتی شہریوں کے بنیادی حقوق، رہنما اصول اور ان کی ذمہ داریوں کو پوری ایمانداری اور عرق ریزی سے بیان کیا گیا ہے۔

آئین ہند کے مطابق بھارت میں دستور کو پارلیمان پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ اسے مجلس دستور ساز نے بنایا تھا نہ کہ بھارتی پارلیمان نے۔ آئین ہند کی تمہید کے مطابق بھارتی عوام نے اسے وضع اور تسلیم کیا ہے۔ آئین ہند کو مجلس دستور ساز نے ۲۶؍نومبر ۱۹۴۹ء کو تسلیم کیا تھا اور ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء کو اسے نافذ کیا گیا۔ آئینی خودمختاری کو یقینی بنانے کے لیے آئین ہند کے معماروں نے برطانوی پارلیمان کی دفعات کو آئین ہند کی دفعہ ۳۹۵ میں کالعدم قرار دے دیا۔ آئین ہند بھارت کو آزاد، سماجی، سیکولر اور غیر مذہبی ایک جمہوری ملک بناتا ہے اور عوام کے تئیں انصاف، مساوات اور حریت کو یقینی بناتے ہوئے بھائی چارہ کو فروغ دینے پر اُبھارتا ہے، مگر افسوس! نفاذِ آئین کی ۷۳ سالہ تاریخ میں ہم نے اس کی روح کی پامالی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ خصوصاً ادھر چند سالوں سے آئینی و خودمختار اداروں پر نکیل کسنے کی روش عام سی ہوگئی ہے۔ ملک کے بدلے ہوئے سیاسی پس منظر میں ملک کی اکثر سیکولرزم کی دہائی دینے والی پارٹیاں بھی کہیں نہ کہیں اس جرم میں برابر کی شریک ہیں۔ گزشتہ چند سالوں کے سیاسی منظرنامہ کے مطالعہ سے یہ بات صاف ہوجاتی ہے کہ آئے دن ملک عزیز میں کس طرح جمہوری تانے بانے کو زک پہنچانے کی لگاتار کوششیں کی گئی ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ ملک میں رات دن اقلیتوں کے ساتھ اور خاص کر مسلم اقلیتوں کے ساتھ ہونے والے بیہودہ اور ناروا سلوک کے خلاف کسی نے زبان نہیں کھولی اور نہ ہی دبے لفظوں میں اس کی مذمت کی ہے۔ ہمیں ملک کی بقا اور سالمیت کو بنائے رکھنے کے لیے انصاف کے ساتھ آئینی روح کو اختیار کرنا پڑے گا۔ آپسی بھید بھاؤ، اونچ نیچ اور ذات برادری کے درمیان غیر سطحی دیواروں کو منہدم کرتے ہوئے آپسی مساوات کے فروغ کے لیے آگے آنا ہوگا۔

موجودہ تناظر میں بے شمار تنظیمیں اور این جی اوز جس میں سرکاری اور غیر سرکاری دونوں شامل ہیں، ملک کی جمہوری سالمیت اور آپسی بھائی چارہ کو بنائے رکھنے اور اس کی صحت مند بقا کی خاطر اپنی بساط بھر کوششیں کرتی دِکھائی دیتی ہیں۔ اسی پس منظر میں ملک عزیز کی قدیم، فعال، متحرک، مجاہدین آزادی کی آرزوؤں، تمناؤں اور دعاؤں کے طفیل وجود میں آنے والی جماعت جمعیۃ علماء ہند کا نام بھی سرفہرست ہے۔ اس جماعت کا ملک کی سیکولر دستور سازی میں کیا کردار رہا ہے، یہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ جمعیۃ علماء کے اکابرین نے کیا کیا جتن کیے، وہ تاریخ میں نمایاں اور سنہری حرفوں میں درج ہیں۔ آج بھی غاصب برطانیہ کے عجائب گھر کی دیواریں اس کی گواہ ہیں۔ ملک کے نامور شاعر مرحوم ڈاکٹر راحت اندوری کا یہ شعر ان تاریخی حقائق کی طرف اپنے اچھوتے پیرایہ میں موجود ہے:

ہماری سر کی پھٹی ٹوپیوں پر طنز نہ کر
ہمارے تاج عجائب گھروں میں رکھے ہیں

ملک کے تمام انصاف پسند مورخین، دانشورانِ قوم اور مصنف اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ ملک کی سیکولر دستور سازی میں جمعیہ علماء ہند کا اہم کردار رہا ہے۔ اس کے بانیان اکابرین نے جس طرح اپنی ہر میٹنگ میں ایک سیکولر دستور کی تیاری کے تئیں اپنی بے دار مغزی کا ثبوت دیا، وہ یقیناً ملک کے تئیں ان کے مخلص ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کے ممبران برابر دستور ساز کمیٹی کے سامنے پیش ہوکر پروپوزل دیتے رہے کہ ملک کی آزادی میں ہمارا حصہ کسی بھی قبیلے اور برادری سے کم نہیں۔ بدقسمتی سے اگر ملک تقسیم ہوا ہے تو اس کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں۔ اس فارمولے پر دستخط ہم نے نہیں، تم نے کیا ہے۔ آج سے چند سال پہلے دارالعلوم دیوبند کے صدرالمدرسین، امیرالہند خامس مولانا ارشد مدنی نے تاریخی طور پر ملک کے عوام کو یہ باور کرایا تھا کہ ملک کی سیکولر دستور سازی میں ہمارے اکابرین کی جدوجہد کی ایک طویل تاریخ ہے جس سے ملک کی اکثریت ناواقف ہے۔ مولانا موصوف نے آئین کی تدوین کے حوالے سے کسی موقع پر اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار کرتے ہوئے جمعیہ علماء ہند کے تاریخی کردار کو جس خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا اسے آپ بھی دیکھیں:

”یہ صرف جمعیہ علماء کی طاقت تھی اور جمعیۃ علماء کے لوگ پکڑ کر بیٹھ گئے کہ آزاد وطن میں تمہاری قربانی ویسی نہیں ہے جیسی ہماری۔ تمہارے اندر شعور بھی نہیں تھا آزاد وطن کی بات کرنے کا۔ ہم نے ملک کی آزادی کے لیے ڈیڑھ سو سال (۱۸۰۳ء سے ۱۹۴۷ء) تک قربانی دی ہے۔ ہم نے قدم قدم پر تم سے کہا ہے کہ ملک آزاد ہوگا تو جمہوری اسٹیٹ بنے گا۔ تم نے وعدے کیے ہیں، تمہاری تجاویز ہیں، اگر پاکستان بنا ہے تو قصور ان کا ہے جنھوں نے بنوایا۔ قصور تمہارا ہے کہ تم نے منظور کیا۔ ہم نے ملک کی تقسیم پر دستخط نہیں کیے۔ اس لیے اس ملک کا دستور سیکولر دستور بنے گا۔ جمعیہ علماء ہند کا مطالبہ اتنا مضبوط تھا کہ اس مطالبہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور ملک کا دستور سیکولر دستور بن گیا۔

آپ لوگوں کو اپنے آبا و اجداد کی اس تاریخ کو پڑھنا چاہیے۔ یہ آپ کا بہترین سرمایہ ہے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ آپ کے آبا و اجداد نے اپنے وطن سے محبت کی بنیاد پر جو قربانیاں دی ہیں آپ اس کے صحیح وارث ہیں۔ آپ کو اس ملک کو اسی طرح لے کر چلنا ہے اور برابر فرقہ پرستی سے لڑتے رہنا ہے، فرقہ پرستی کو پیچھے ہٹانا ہے، نفرت کے بادلوں کو ہٹانا ہے اور پیار و محبت کی فضا کو گرم کرنا ہے۔ یہی جمعیہ علماء ہند کا پیغام ہے اور یہی اس ملک کے لیے مفید ترین چیز ہے۔“

ایسے وقت میں جبکہ فرقہ پرست طاقتیں جمہوریت پر شب خون مارنے اور جمہوری حقوق کو سلب کرنے پر آمادہ ہیں، یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے بیدار ہوں، جدوجہد اور اختلافِ رائے کی آوازوں کو مستحکم کریں جو کہ جمہوریت کا حسن بھی ہے اور ہمارا آئینی حق بھی۔ آیئے اس موقع پر تجدید عہد کریں کہ ملک کے ذمہ دار شہری ہونے کے ناطے ہم پائیدار جمہوریت کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی گریز و پرہیز نہیں کریں گے۔ □□

آئین ہند بھارت کو آزاد، سماجی، سیکولر اور غیر مذہبی ایک جمہوری ملک بناتا ہے اور عوام کے تئیں انصاف، مساوات اور حریت کو یقینی بناتے ہوئے بھائی چارہ کو فروغ دینے پر اُبھارتا ہے، مگر افسوس! نفاذِ آئین کی ۷۳ سالہ تاریخ میں ہم نے اس کی روح کی پامالی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ خصوصاً ادھر چند سالوں سے آئینی و خود مختار اداروں پر نکیل کسنے کی روش عام سی ہوگئی ہے۔ ملک کی اکثر سیکولرزم کی دہائی دینے والی پارٹیاں بھی کہیں نہ کہیں اس جرم میں برابر کی شریک ہیں۔

ملک کے تمام انصاف پسند مورخین، دانشورانِ قوم اور مصنف اس بات کا برملا اظہار کرتے ہیں کہ ملک کی سیکولر دستور سازی میں جمعیہ علماء ہند کا اہم کردار رہا ہے۔ اس کے بانیان اکابرین نے جس طرح اپنی ہر میٹنگ میں ایک سیکولر دستور کی تیاری کے تئیں اپنی بے دار مغزی کا ثبوت دیا، وہ یقینا ملک کے تئیں ان کے مخلص ہونے کی واضح دلیل ہے۔ اس کے ممبران برابر دستور ساز کمیٹی کے سامنے پیش ہوکر پروپوزل دیتے رہے کہ ملک کی آزادی میں ہمارا حصہ کسی بھی قبیلے اور برادری سے کم نہیں۔

عالمی خبریں

فلپائنی کوسٹ گارڈز کو حجاب کی اجازت

فلپائن کوسٹ گارڈ نے اپنے اہلکاروں کے یونیفارم میں اسکارف کو شامل کیے جانے کی منظوری کا اعلان کیا ہے تاکہ مسلمان خواتین کے لیے سروس میں شمولیت آسان ہوسکے۔ واضح رہے کہ مسلمان فلپائن کی گیارہ کروڑ کی آبادی کا چھ فیصد ہیں۔ فلپائن کوسٹ گارڈ میں ایک ہزار ۸۵۰ مسلمان اہلکار ہیں جن میں سے ۲۰۰ خواتین ہیں۔ عرب نیوز کے مطابق فلپائن کوسٹ گارڈ نے مسلمان خواتین اہلکاروں کے یونیفارم میں حجاب کی منظوری دے دی ہے۔ بیان کے مطابق فلپائن کوسٹ گارڈ میں شامل مسلمان کمیونٹی نے تہہ دل سے شکریہ ادا کیا ہے۔ کمیونٹی کے ارکان نے امید ظاہر کی ہے کہ حجاب کو باقاعدہ طور پر فلپائن کوسٹ گارڈ کے یونیفارم میں شامل کرنے سے مسلمان خواتین کی کوسٹ گارڈ میں شمولیت کی حوصلہ افزائی ہوگی۔

ملکہ الزبتھ دوم کی حکمرانی کے ۷۰ سال مکمل ہوگئے

برطانیہ کی ملکہ الزبتھ دوم اتوار کو سات دہائیوں تک حکمرانی کرنے والی پہلی برطانوی حکمران بن گئی ہیں۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق انہوں نے اپنے وارث شہزادہ چارلس کی اہلیہ کمیلا، جواب ملکہ کنسورٹ کے نام سے جانی جائیں گی، کے لیے ’نیک خواہش‘ کا اظہار کیا ہے۔ ۲۵ سالہ شہزادی الزبتھ اپنے شوہر شہزادہ فلپ کے ساتھ کینیا کے دورے پر تھیں، جب ان کے والد بادشاہ جارج ششم ۶؍فروری کو ۵۶ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ انہیں اپنا دورہ چھوڑ کر جلدی میں برطانیہ واپس آنا پڑا۔ ۱۹۵۳ء کے وسط تک ملکہ الزبتھ دوم کی تاجپوشی نہیں ہوئی تھی۔ بالآخر انہیں ۲؍جون کو ویسٹ منسٹر ایبی میں ۸۵ سو مہمانوں کے سامنے تاج پہنایا گیا۔ یہ تقریب پوری دنیا میں دیکھی گئی تھی اور اس کو دیکھنے کے لیے ٹی وی کی فروخت میں اضافہ ہوگیا تھا۔ ۱۹۹۲ء میں ملکہ الزبتھ دوم کے بڑے بیٹے اور وارث شہزادہ چارلس کی شہزادی ڈیانا سے علیحدگی ہوئی تھی۔ ان کے دوسرے بیٹے شہزادہ اینڈریو اپنی بیوی سارہ سے الگ ہوگئے تھے۔ جبکہ ان کی واحد بیٹی شہزادی این کی بھی اپنے شوہر مارک فلپس سے طلاق ہوگئی تھی۔ ملکہ کا مغربی لندن میں واقع پسندیدہ گھر کو آگ لگنے سے شدید نقصان پہنچا تھا۔ انہوں نے ان بارہ مہینوں کو اپنے لیے بدقسمتی کا سال قرار دیا تھا۔

وبا کے دو سال بعد چینی صدر کی عالمی رہنماؤں کے اعزاز میں ضیافت

کورونا وائرس کی وبا کے دو سال بعد چین کے صدر شی جن پنگ نے ونٹر اولمپکس میں شرکت کرنے والے غیر ملکی سربراہان مملکت اور بین الاقوامی تنظیموں کے سربراہوں کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کیا۔ فرانسیسی خبر رساں ادارے اے ایف پی کے مطابق صدر شی جن پنگ نے ونٹر اولمپکس کے موقعے پر سفارتی میراتھن کا آغاز کیا ہے۔ روسی صدر اور اپنے دیرینہ دوست ولادیمیر پوتن سے ملاقات کی اور بعد میں درجنوں غیر ملکی مہمانوں کے ساتھ اولمپکس کی افتتاحی تقریب میں بھی شرکت کی۔ بیجنگ بین الاقوامی حمایت کا خواہاں ہے اور اپنی ساکھ بچانے کے لیے اس نے مشکل حالات میں اولمپکس کا انعقاد کیا ہے۔ سرکاری میڈیا کے مطابق ضیافت کا اہتمام گریٹ ہال آف دی پیپل میں کیا گیا تھا۔ درجنوں معزز مہمانوں کے لیے کھانے کے ساتھ ساتھ موسیقی اور روایتی دستکاری کی نمائش کا اہتمام بھی کیا گیا۔

ماہ رجب المرجب: کیا کریں کیا نہ کریں

تحریر: شیخ ڈاکٹر بسام عبدالکریم الحمزاوی
تلخیص وترجمانی: عبدالرشید طلحہ نعمانی

ہر سال ماہ رجب کا آغاز ہوتے ہی لوگوں کے درمیان سوشل میڈیا وغیرہ پر کثرت سے اس طرح کے سوالات گشت کرنے لگتے ہیں: کیا ماہ رجب کی کوئی خصوصی وامتیازی شان ہے؟ کیا یہ واقعی فضیلت والا مہینہ ہے؟ کیا اس کی اہمیت کتاب وسنت سے ثابت ہے؟ وغیرہ

ماہ رجب المرجب کی فضیلت واہمیت کے حوالے سے مسلم معاشرے میں بنیادی طور پر دو نقطہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ ایک نقطۂ نظران احباب کا ہے جو اس سلسلے میں غلو پسند واقع ہوئے ہیں اور موضوع ومن گھڑت روایات کا سہارا لے کر اس مہینے کی فضیلت کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسرا نقطۂ نظران لوگوں کا ہے جو سرے سے اس کی فضیلت واہمیت کے قائل نہیں اور بعض منصوص چیزوں کے انکار سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ لہٰذا آغازِ رجب کے اس موقع پر مناسب محسوس ہوا کہ رجب کی اہمیت وفضیلت کے حوالے سے افراط وتفریط سے پاک، اسلاف امت سے منقول، معتدل وواضح نقطۂ نظر قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائےتا کہ حقائق سے آگہی ہوسکے اور خرافات ورسومات سے بچا جاسکے۔

ماہ رجب سے متعلق کیا ثابت ہے:

الف: یہ مہینہ حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جو امن وسلامتی کا علم بردار ہے، اس میں جنگ کا اقدام کرنا جائز نہیں، اور اگر جنگ کی نوبت آجائے تو اسے روکنا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں حق تعالی شانہ کا ارشاد ہے: لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کی بابت (یعنی) اس میں قتال کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس میں قتال کرنا بڑا (گناہ) ہے۔ (البقرۃ)

ب: مسلمان کو اس مہینے میں گناہ سے اجتناب کرنا چاہیے؛ کیوں کہ ماہ رجب کا شمار حرمت والے مہینوں میں ہوتا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے، جو اللہ تعالی کی کتاب یعنی لوح محفوظ کے مطابق اس دن سے چلی آرہی ہے جس دن اللہ تعالی نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تھا، ان بارہ مہینوں میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں، یہی دین کا سیدھا سادہ راستہ ہے، سو ان میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں لڑو، جیسے وہ ہر حال میں تم سے لڑتے ہیں اور جان لو کہ اللہ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔ (سورۃ التوبہ)

مفسر قرآن حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”پس اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کا احترام کرو، ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو اس لیے کہ اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے، جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو حرم میں الحاد کا ارادہ ظلم سے کرے ہم اسے دردناک عذاب کریں گے۔ (الحج)

اسی طرح سے ان محترم مہینوں کا گناہ اور دنوں کے گناہوں سے بڑھ جاتا ہے اس لیے امام شافعی رحمہ اللہ اور علماء کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی دیت بھی سخت ہے۔ اس طرح حرم کے اندر قتل کی اور ذی محرم رشتے دار کے قتل کی بھی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آیت میں ’فیھن‘ سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں۔ پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصاً ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں۔ ان کی بڑی عزت ہے ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر وثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بری چیز ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے۔ دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرما لیا فرشتوں میں انسانوں میں اپنے رسول چن لیے اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرما لیا اور زمین میں سے مسجدوں کو پسند فرما لیا اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرما لیا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن اور راتوں میں لیلۃ القدر کو پس تمہیں ان چیزوں کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہیئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظمت دی ہے۔“

مختصر یہ کہ رجب کا مہینہ رمضان کا پیش خیمہ ہے اس مہینے سے بہ طور خاص ترک معاصی کی کوشش کرنی چاہیے، چوں کہ ہر شخص کسی نہ کسی پہلو سے مبتلائے معصیت ہے؛ لہٰذا اسے گناہوں کو چھوڑ نیکی جدوجہد کرنی چاہیے تا کہ رجب کا مہینہ تخلیے کا ہوجائے اور شعبان کا مہینہ تحلیہ اور آراستہ ہونے کا۔

ج: اس قابل عظمت مہینے میں بغیر تحدید و تعیین کے عبادت کرنا مشروع ہے۔ نسائی شریف کی روایت ہے، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! جتنا میں آپ کو شعبان کے مہینے میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اتنا کسی اور مہینے میں نہیں دیکھتا، آپ نے فرمایا: ”رجب و رمضان کے درمیان یہ ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غفلت برتتے ہیں، یہ ایسا مہینہ ہے جس میں آدمی کے اعمال رب العالمین کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، تو میں چاہتا ہوں کہ جب میرا عمل پیش ہو تو میں روزہ سے رہوں۔“ اس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ لوگ رجب اور رمضان میں اپنے رب کی عبادت کرتے تھے اور رمضان کی تیاری رجب ہی سے شروع ہوجاتی تھی۔

اسی طرح مسلم شریف میں حضرت عثمان حکیم انصاری کے صاحبزادے سے روایت ہے کہ انہوں نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے رجب کے روزوں سے متعلق پوچھا؟ اور یہ سوال ماہ رجب میں کیا تو سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سنا ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے تھے: اب افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے تھے: اب روزہ نہ رکھیں گے۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ رجب میں بھی عام مہینوں کی طرح روزہ رکھا جاسکتا ہے، البتہ رجب کے کسی خاص دن میں روزہ رکھنا صحیح سند سے منقول نہیں۔

ماہ رجب سے متعلق کیا ثابت نہیں

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م۸۵۲ھ) نے اس موضوع پر تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب کے نام سے مستقل ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے ماہ رجب سے متعلق رائج بدعات وخرافات پر تفصیلی روشنی ڈالی، ایک مقام پر لکھتے ہیں: ”رجب کے مہینے کی فضیلت، اُس کے روزوں کی فضیلت، اُس کے چند مخصوص دنوں کے روزوں کی فضیلت اور اُس کی رات میں مخصوص قیام کی فضیلت کے تعلق سے کوئی بھی صحیح حدیث وارد نہیں ہے جو احتجاج کے قابل ہو اور مجھ سے پہلے بالجزم یہ بات امام ابو اسماعیل الہروی رحمہ اللہ نے کہی ہے، ہم نے اِس قول کو اُن سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اِسی طرح اس بات کو ہم نے دوسروں سے بھی روایت کیا ہے۔“

چند ضعیف اور موضوع روایات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں!

(۱) ”جنت میں ایک ندی ہے جسے رجب کہتے ہیں اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔“ یہ روایت ضعیف ہے۔

(۲) ”جو شخص رجب میں ایک دن روزہ رکھے گا خدا اسے اس ندی سے پانی دے گا۔“ یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

(۳) ”بہترین مہینہ رجب کا مہینہ ہے، جو اللہ کا مہینہ ہے، اسی نے رجب کو عظمت والا بنایا ہے، جس نے امر اللہ کی تعظیم کی اللہ اسے نعمتوں کے باغات میں داخل کرے گا اور اس کے لیے اپنی خوشنودی کو لازم کردے گا۔ بلاشبہ شعبان کا مہینہ میرا مہینہ ہے اور رمضان کا مہینہ میری امت کا مہینہ ہے۔“ یہ موضوع روایت ہے۔

بدعات رجب میں صلاۃ الرغائب بھی کافی اہمیت رکھتی ہے؛ اس نماز کی کیفیت انس رضی اللہ عنہ کی ایک موضوع حدیث میں اس طرح بیان ہوئی ہے: جو شخص ماہ رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے اور جمعہ کی رات عشاء اور تاریکی ہونے کے درمیان بارہ رکعت نماز پڑھے، ہر رکعت میں سورہ الفاتحہ ایک مرتبہ اور (انا انزلناہ فی لیلۃ القدر) تین مرتبہ اور (قل ھو اللہ احد) بارہ مرتبہ اور ہر دو رکعت میں سلام پھیرے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوجائے تو مجھ پر ستر مرتبہ درود بھیجے، پھر دو سجدے کرے پہلے سجدے میں ستر مرتبہ (سبوح قدوس رب الملائکۃ والروح) پڑھے، پھر سجدے سے سر اٹھائے اور ستر مرتبہ (رب اغفر وارحم وتجاوز عما تعلم، انک انت العزیز الاعظم) کہے پھر دوسرا سجدہ کرے اور اس میں بھی یہی دعا پڑھے، پھر اللہ تعالی سے اپنی حاجت کا سوال کرے، تو اللہ تعالی اس کی حاجت پوری فرمائے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو بندہ یا بندی اس نماز کو پڑھے اللہ اس کے تمام گناہوں کو معاف کردے گا خواہ اس کے گناہ سمندر کے جھاگ، ریت کے ذرات، پہاڑوں کے وزن اور درختوں کے اوراق کے برابر ہوں، نیز قیامت کے دن وہ اپنے خانوادے سے ستر جہنم واجب لوگوں کی شفاعت کرے گا۔“

(تبیین العجب فیما ورد فی فضل رجب لابن حجر، ص۲۲-۲۴)

اس نماز کے متعلق شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جہاں (باقی ص۱۴ پر)

مسلم شریف میں حضرت عثمان حکیم انصاری کے صاحبزادے سے روایت ہے کہ انھوں نے سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے رجب کے روزوں سے متعلق پوچھا؟ اور یہ سوال ماہ رجب میں کیا تو سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے سنا ہے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے تھے: اب افطار نہ کریں گے اور افطار کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کہتے تھے: اب روزہ نہ رکھیں گے۔ اس روایت سے پتہ چلا کہ رجب میں بھی عام مہینوں کی طرح روزہ رکھاجاسکتا ہے، البتہ رجب کے کسی خاص دن میں روزہ رکھنا صحیح سند سے منقول نہیں۔

بچوں کا گوشہ

بچوں کی صحیح دینی واخلاقی تربیت اور اصلاح نہایت ضروری (۴)

دوسرا کام یہ ہے کہ جہاں مسلمان اپنے اسکول قائم نہیں کرسکتے ہیں وہاں اسکول کے ٹائم ٹیبل کو سامنے رکھ کر دو گھنٹے کے لیے لازمی اسلامی کورس مرتب کرکے اسلامک اسکول قائم کیا جائے، جس میں لازمی طور پر اسکول میں پڑھنے والی بچیوں کو داخلہ دلایا جائے۔ بعض لوگ اپنے گھروں میں کسی حافظ یا عالم کو ٹیوشن کے لیے رکھتے ہیں اور اس کے ذریعہ اپنی بچی کو دینی تعلیم دلانے کی کوشش کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ متبادل نہیں ہوسکتا، ماحول کا مقابلہ ماحول کے ذریعہ ہوسکتا ہے جس طرح اہتمام کے ساتھ لڑکیاں اسکول میں جاتی ہیں اسی طرح اہتمام کے ساتھ اسلامک مکتب یا اسلامک اسکول میں بھی جائیں تا کہ اسکول کی تعلیم کے ذریعہ ان کے دل ودماغ پر جو بے دینی کا غبار چھا گیا ہے اسلامک اسکول کے ماحول سے اس غبار کو کم کیا جاسکے۔ ایک مسئلہ یہ بھی کہ ہماری مسلم بچیاں اسلامی تعلیمات، اسلامی احکامات سے غیر مانوس ہیں۔ تجربہ یہ ہے کہ یہ بچیاں مندروں میں جاتی ہیں لیکن مسجد کے ماحول سے مانوس نہیں ہیں۔ دینی مزاج سے مانوس نہ ہونے میں ایک چیز یہ بھی حائل ہے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی ممانعت ہے، مسجد میں جو دینی پروگرام ہوتے ہیں اس میں شرکت کی اجازت نہیں ہے۔ عورتیں اپنی کسی ضرورت سے باہر ہوں اور ان کی نماز قضا ہوجائے تو ہوجائے لیکن وہ مسجد میں نماز کے لیے نہیں آتی ہیں۔ حضرات فقہاء نے قرآن و حدیث کو سامنے رکھ کر عورتوں کو مسجد میں نماز کے لیے آنے کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ اس میں بنیادی عنصر یہ تھا کہ عورتوں کا گھر سے نکلنا فتنہ سے خالی نہیں ہے اس لیے عورتوں کو گھر سے نہیں نکلنا چاہیے اور نماز جیسے اہم فریضے کو بھی گھر میں ادا کرنا چاہیے۔ آج جبکہ بہت سے اہل علم عورتوں کو تبلیغی جماعت میں جانے کی دینی ضرورت کی بنا پر جائز قرار دیتے ہیں، لڑکیوں کے لیے پردہ کے نظام کے ساتھ اسکول وکالج کی تعلیم حاصل کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسی طرح مختلف مواقع پر عورتیں گھر سے باہر نکلتی ہیں اس لیے آج کے ماحول میں اس کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ اسلام نے عورتوں کے لیے گھر میں نماز پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے اس لیے گھر سے نماز کے لیے نکلنا درست نہیں ہے لیکن جو لڑکیاں ملازمت یا تعلیم کے لیے گھر سے باہر نکلتی ہیں یا اس کے علاوہ کسی دوسری ضرورت سے باہر نکلتی ہیں اور آس پاس کی مساجد میں پردے کے ساتھ عورتوں کی نماز کا نظم بھی ہے تو وہاں نماز پڑھ لیا کریں تا کہ ہماری مسلم بچیاں مسجد کے ماحول سے کسی حد تک مانوس ہوسکیں۔ اسی طرح اگر نمازِ جمعہ وہ خواتین جو اپنی ضرورت سے گھر سے باہر ہیں وہ مسجد میں آکر نماز پڑھیں اور دینی بیانات کو سنیں تو امید ہے کہ دینی باتوں کو سن کر اسلام کے تعلق سے ان کی غلط فہمیاں دور ہوں گی۔ شرک وکفر سے ان کی انسیت نفرت میں تبدیل ہوگی۔ یہ ایک علمی مسئلہ ہے، اس پر اہل علم کو غور کرنا چاہیے۔ ◻◻

گوشۂ خواتین

مسلم لڑکیوں کی دینی تربیت کا فقدان مضر اثرات اور حل (۴)

بہت زیادہ سختی اور بہت زیادہ نرمی بھی بعض اوقات بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔ بچوں کی تربیت کے لیے ماں باپ یا استاد کا اُنھیں تھوڑا بہت، ہلکا پھلکا مارنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے؛ بلکہ بعض اوقات ضروری ہوجاتا ہے تاہم تربیت کے اصول میں سے ہے کہ بچے کے ساتھ محبت کے ساتھ پیش آیا جائے۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اولاد کی تربیت کے بارے میں واضح ارشادات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ترجمہ: اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر وتشریح میں فرمایا کہ: ترجمہ: ان (اپنی ولاد) کو تعلیم دو اور ان کو ادب سکھاؤ۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کے لیے کوشش کرے۔ اولاد کی تربیت کی اہمیت کا اندازہ ان احادیث سے بھی ہوتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے بہتر عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھے آداب سکھادے (بخاری)۔ یعنی اچھی تربیت کرنا اور اچھے آداب سکھانا اولاد کے لیے سب سے بہترین عطیہ ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے: ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہؐ والدین کے حقوق تو ہم نے جان لیے، اولاد کے کیا حقوق ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔ (سنن بیہقی)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: ترجمہ: اپنی اولاد کو ادب سکھلاو، قیامت والے دن تم سے تمہاری اولاد کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اسے کیا سکھلایا؟ اور کس علم کی تعلیم دی؟

والدین کو ہی بچوں کی تربیت کے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ترجمہ: ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے اور بچہ اپنے والدین سے ہی سب سے پہلے سیکھتا ہے اس لئے والدین کو اپنا نمونہ درست رکھنا چاہیے۔ (بخاری) سال میں ایک مرتبہ یوم اطفال منا لینے سے والدین اور اساتذہ اور مربی کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی بلکہ بچوں کی تربیت و اصلاح کا فریضہ بھی انہیں ادا کرنا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ہم سب کو اپنے بچوں کی صحیح طرز پر عملی واخلاقی اور دینی تربیت کرنے کی فکر وآسانی اور کامیابی عطا فرمائے۔ آمین ◻◻

صفحہ تحفظ ختم نبوت

قادیانی پیشواؤں کی نجی زندگی کا مشاہدہ (۲)

قارئین! یہاں تک تو انٹرنیٹ پر جاری آڈیو کال کی تلخیص بیان کی۔ اللہ رب العزت ہر انسان کی عزت وآبرو، آل واولاد کی حفاظت فرمائیں۔ آمین! ہمارے نزدیک تو یہ: ''میں بتلاؤں تم کو کس پر اترے ہیں شیطان اترتے ہیں ہر جھوٹے گناہ گار پر۔'' (الشعراء:۲۲۱،۲۲۲) اس آیت مبارکہ کی رو سے تمام جھوٹے مدعیان نبوت باطلہ جن پر شیطان نزول کرتا ہے وہ سب جھوٹے اور بدکردار ہیں۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ مسیلمہ کذاب ملعون سے لے کر ملعون قادیان تک سبھی جہاں کذاب تھے، وہاں پرلے درجہ کے بدکار بھی تھے۔ مسیلمہ کذاب نے سجاع نامی مدعیہ نبوت کاذبہ سے مذاکرات کرتے ہوئے اسے دام تزویر میں ایسے نڈھال کیا کہ ہوس رانی کا شکار بنا دیا اور آبرو ریزی سے اسے کہیں کا نہ چھوڑا۔

یہی حال ملعون قادیان کا تھا۔ اپنے گھر کو

ملعون قادیان نے اپنے گھر کو پرائی چھوکریوں کا باڑہ بنایا ہوا تھا جو رات بھر اس کے خلوت خانہ میں مفوضہ امور بجالاتیں۔ کوئی لاتیں دباتی، جو دباتے دباتے مارے سرور کے مرزا قادیانی کو شرمسار کر دیتی۔ کوئی پنکھا چلاتی، کوئی روٹی لاتی اور کوئی خاتون مرزا کے خلوت خانہ میں الف ننگی نہانے لگ جاتی۔

پرائی چھوکریوں کا باڑہ بنایا ہوا تھا جو رات بھر اس کے خلوت خانہ میں مفوضہ امور بجالاتیں۔ کوئی لاتیں دباتی، جو دباتے دباتے مارے سرور کے مرزا قادیانی کو شرمسار کر دیتی۔ کوئی پنکھا چلاتی، کوئی روٹی لاتی اور کوئی خاتون مرزا کے خلوت خانہ میں الف ننگی نہانے لگ جاتی۔ مرزا قادیانی اپنی موجودگی میں سرمست باچھیں کھلیں، آنکھیں پھٹیں اور نظارۂ دیدار ہوتے۔ لعنت بر پسر فرنگ۔ کبھی ترنگ میں آتے تو شادی کے خواہشمند مرید کو کھڑکی کے سامنے کھڑا کر کے گھر میں موجود پرائی بچیوں کو سامنے سے گزارتے کہ جو پسند ہو حاضر ہیں۔ شادی کرانے والے 'وچکولے' ایسی درندگی اور کمینگی سے شرماتے ہیں جو ملعون قادیان اپنے نام نہاد صحابہ کی عزتوں سے کر گزرتے تھے۔ پھر اس نظارہ سے فراغت کے بعد قادیانی ملعون اور اس کے مرید بیٹھ کر ان عورتوں کے چہروں پر گول منہ والی، لمبے منہ والی کے تبصرے کرتے تھے۔

ایک فقیر کی پشین گوئی

امت قادیانیہ کی مذہبی دال روٹی چلتی ہی پیش گوئیوں کے سہارے سے تو کیوں نہ تمہیں آج اس خادم ختم نبوت کی ایک چالیس سال قبل کی پیش گوئی سنا دیں جسے اللہ تعالی نے حرف بہ حرف پورا کر دیا ہے، رسول اللہ ؐ نے فرمایا تھا ''ان من عباد الله لو اقسم على الله عز وجل لابرء'' (ابوداؤد۔ رقم ۴۵۹۵) کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے نام پر قسم اٹھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری کر دیتے ہیں۔

آپ ذرا اپنی کتب کے ریکارڈ میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب حفظہ اللہ کا وہ بیان پڑھ لیں جو مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔

''یکم جون ۱۹۸۲ء کو جامع مسجد قاسمیہ اسلام آباد میں بعد نماز مغرب آپ کی جماعت مرزائیہ کے چیف گرو مرزا ناصر کے بالکل پڑوس

تحریر: مفتی محمد رضوان عزیز

میں جب مسجد کے ساتھ والے مکان میں مرزا ناصر اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہنی مون منا رہا تھا شاہین ختم نبوت نے فرمایا تھا اور بیانگ دہل ایک پیش گوئی کی تھی کہ ربوہ میں بچیوں کے ساتھ کیا درندگی ہو رہی ہے طاہرہ یاسمین نامی لڑکی نے کس بات سے تنگ آکر زہر کھایا تھا کیا مرزا ناصر کے صاحبزادوں نے وہاں کسی معصوم بچی کو چھوڑا ہے؟ غیروں کی عزتیں تباہ کرنے والو تمہاری عزت نہیں بچے گی دنیا ہی میں حساب دے کر جاؤ گے۔ (خطاب مولانا اللہ وسایا صاحب بنام حقائق بولتے ہیں۔ یکم جون ۱۹۸۲ء قاسمیہ مسجد اسلام آباد)

آج وہ مرد قلندر بھی حیات ہے اور مرزا ناصر کی پوتی مرزا طاہر کی نواسی چیخ چیخ کر مولانا اللہ وسایا صاحب کی پیش گوئی پر مہر تصدیق لگا رہی ہے۔

اس کم بیش چالیس سال پرانی پیش گوئی کو سامنے رکھ کر اس ندا نامی لڑکی کی چیخ پکار سنیے اور جان لیجئے کہ ختم نبوت والے جو بات کہتے ہیں وہ ایسے ہی نہیں ہوتی کہ رائیگاں چلی جائے اور قادیانی خاندان میں یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے، بلکہ یہی حال اس ملعون گھرانہ کا اپنے یوم تاسیس سے ہی تھا۔ اسی کا اثر تھا کہ مرزا محمود پسر ملعون قادیان نے قادیان کے خطبہ جمعہ میں خط پڑھ کر سنایا۔ پھر وہ اخبار الفضل قادیان میں چھپا کہ مرزا قادیانی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتا تھا۔ (کوئی ماں کا لال قادیانی رہتی دنیا تک حوالہ سے انکار نہیں کر سکے گا۔ ہے ہمت تو کریں جرأت) مرزا قادیانی جھوٹے مدعی نبوت قادیان کے یہ کرتوت اور اس کا بڑا بیٹا نام نہاد خلیفہ قادیان نے تو بدکاری، زناکاری، آبرو ریزی کا وہ شرمناک میلہ لگایا کہ خود اس کے اپنے مرید قادیان میں چلّا اٹھے۔ درجنوں کتابیں لکھی گئیں جو مرزا محمود قادیانی کے گھناؤنے کردار کی ناقابل تردید شہادتوں پر مبنی ہیں۔ آج بھی موجود ہیں جو

''افاک واثیم'' کے شیطانی خلوتوں وجلوتوں پر دو دھاری تلوار کا کام دینے کے لئے مظلوم ومقہور، خواتین قادیان کی آہوں اور سسکیوں کی ترجمانی کے لئے تیار ہیں۔ حد ہو گئی کمینہ پن کی کہ انہیں کتابوں اور دستاویزات میں دیگر متأثرہ قادیانی خواتین کی شہادتوں کے علاوہ خود مرزا محمود کی بیٹی کی شہادت موجود ہے کہ میرے باپ نے میرے ساتھ جنسی درندگی کا کامیاب اور فاتحانہ کھیل کھیلا۔ مرزا ناصر ہو یا مرزا طاہر یا مرزا مسرور:

این خانہ ہمہ آفتاب است

آج پھر اسی ملعون گھرانہ کی ایک خاتون مرزا ناصر کی پوتی، مرزا ناصر کی نواسی خود نوحہ کناں ہے کہ دو خلیفوں کی عزت تیسرے خلیفہ کے لڑکے نے برباد کر دی ہے۔ ردائے عفت تار تار کر دی ہے۔ اس متأثرہ خاتون کی چیخ وپکار، چلّانا اور نوحہ کرنا انٹرنیٹ پر رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ لیکن

مرزا محمود نے بیٹی کو نشانہ ہوس رانی بنایا۔ اس کا خلیفہ سادس اس کی پڑپوتی اور پڑنواسی سے سالہا سال داد عیش میں مصروفِ بکار خاص رہا ہے۔ جس گروہ نے خدا تعالیٰ، مصطفیٰ کریم ؐ، صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ، اولیاء امت اور امت مسلمہ کی اہانت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ان سے ندا کی صدا بدلہ لے سکتی ہے؟

ہمارے لئے جائے افسوس تو ضرور ہے۔ جائے حیرت بالکل نہیں۔ اس لئے کہ یہ اس خاندان کی روایات کا تسلسل ہے۔ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ طرفہ یہ کہ اس بچی کی عزت تار تار کرنے والے بنیادی کردار کے متعلق کہا جا رہا ہے کہ وہ قادیانی خلافت کا مضبوط امیدوار ہے۔ چانن ہو جائے گا ملعون قادیان مرزا قادیانی، مجسم شیطان قادیان مرزا محمود کی گدی کا جانشین ایسے ہی ہونا چاہئے۔ مرزا محمود نے بیٹی کو نشانہ ہوس رانی بنایا۔ اس کا خلیفہ سادس اس کی پڑپوتی اور پڑنواسی سے سالہا سال داد عیش میں مصروفِ بکار خاص رہا ہے۔ جس گروہ نے خدا تعالیٰ، مصطفیٰ کریمؐ، صحابہ کرامؓ، اہل بیتؓ، اولیاء امت اور امت مسلمہ کی اہانت میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ان سے ندا کی صدا بدلہ لے سکتی ہے؟ ملعون قادیان تو کس فصل کو تیار کر کے گیا ہے؟ ◻◻

مرزا محمود کا عبرتناک انجام

گستاخ رسول مرزا محمود جب مہلک بیماریوں میں مبتلا ہوا تو علاج کے لئے بیرون ملک سے ایک بہت بڑے ہومیو پیتھک ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر نے مرزا بشیر الدین کا تفصیلی معائنہ کیا اور یہ کہہ کر چلا گیا۔ ''میں بیماری کا علاج تو کر سکتا ہوں، لیکن خدائی پکڑ کا علاج نہیں کر سکتا۔''

انہی لاعلاج اور مہلک بیماریوں کے ہاتھوں سسک سسک کر اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر بشیر الدین جہنم واصل ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ آخری وقت میں کتے کی طرح بھونکتا تھا۔ وہ شام کے سات بجے مردار ہوا لیکن اس کی موت کا اعلان رات کے دو بجے کیا گیا۔ موت کا اعلان سات گھنٹے بعد کیوں کیا گیا؟ سات گھنٹے تک یہ خبر قصر خلافت سے باہر کیوں نہ آئی۔ وجہ یہ تھی کہ بشیر الدین کئی مہینوں سے نہایا نہیں تھا۔ ناخن، داڑھی اور سر کے بال کٹوائے نہیں تھے۔ جسم پر غلاظت کی پیڑیاں جمی ہوئی تھیں۔ قادیانی جب اسے ان امور کے بارے میں کہتے تو وہ انہیں گندی گالیاں دیتا۔ مرنے کے بعد رگڑ رگڑ کر بشیر الدین کے جسم کو دھویا گیا۔ ناخن کاٹے گئے اور سر اور داڑھی کے بالوں کو کاٹ کر آراستہ کیا گیا۔ جسم کی بدبو ختم کرنے کے لئے بہترین خوشبوئیں چھڑکی گئیں۔ چہرے پر پاؤڈر لگایا گیا۔ ہونٹوں پر ہلکی ہلکی سرخی سجائی گئی۔ اس کے علاوہ منہ پر چمک پیدا کرنے والے کیمیکلز لگائے گئے اور اس کی چارپائی باہر دالان میں رکھ دی گئی۔ مرکری کا ایک بلب اس کے سر کی طرف اور دوسرا پاؤں کی طرف روشن کیا گیا۔ جب مرکری کے بلب کی چمکیلی شعاعیں اس کے چمکیلے کیمیکلز لگے منہ پر پڑتیں تو اس کا بدبودار منہ چمکتا اور قادیانی شکاری سادہ لوح قادیانیوں سے کہتے کہ دیکھو جی! حضرت صاحب کو کیسا روپ چڑھا ہے۔'' (قادیانیوں کے عبرتناک انجام از محمد طاہر عبدالرزاق)

مرزا محمود کا نہایت اذیت ناک اور بھیانک انجام اس لئے ہوا کہ ایک تو وہ خود گستاخِ رسول تھا۔ اور دوسرا وہ اپنے باپ کے تمام کفریہ عقائد کی تبلیغ وتشہیر کرتا تھا۔ اس نے ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے اپنی کتاب میں لکھا۔ ''اگر میری گردن کے دونوں طرف تلوار بھی رکھ دی جائے اور مجھے کہا جائے کہ تم یہ کہو کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تو میں اسے کہوں گا۔ تو جھوٹا ہے، کذاب ہے، آپ کے بعد نبی آسکتے ہیں اور ضرور آسکتے ہیں۔'' (انوار خلافت صفحہ ۶۵، از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی) مکہ اور مدینہ کی توہین کرتے ہوئے اس نے لکھا: ''حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے۔ اور فرمایا کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے۔ مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا۔ وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا۔ آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔'' (حقیقۃ الرویاء، صفحہ ۴۶، از مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا قادیانی)

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بہترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ہے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمنٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

اتر پردیش- اقتدار پانے اور اقتدار بچانے کی جنگ

رپورٹ: شاہد زبیری

یوپی میں سیاسی پارٹیوں کے لیے محشر کی گھڑی سر پر آ گئی ہے، اقتدار پانے اور بچانے کی جنگ تیز ہوتی جارہی ہے۔ ۱۰ر فروری کو پہلے مرحلہ کی پولنگ ہوگی۔ ہر پارٹی اپنے اپنے داؤ پیچ چل رہی ہے، سیاسی بساط پر شہ اور مات کا کھیل جاری ہے۔ پہلے سمجھا جارہا تھا کہ اقتدار پر قابض بی جے پی جس طرح جارحانہ انداز کے ساتھ انتخابات کو دھرم یدھ کی طرح لڑ رہی ہے اور ہندوتو کا کارڈ کھیل رہی ہے، غیر بی جے پی پارٹیاں اس کا مقابلہ نہیں کر پائیں گی اور بی جے پی یکطرفہ طور پر بازی مار لے جائے گی، لیکن بظاہر اچانک حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا کہ عام طور پر جس کی توقع نہیں کی جارہی تھی اور بی جے پی کا دھرم یدھ کا رتھ ذات برادری اور اگڑے پچھڑے کی دلدل میں پھنس گیا جس نے ایک مرتبہ پھر منڈل کمنڈل کی جنگ کی یاد تازہ کردی ہے۔ اس نئی مصیبت کے باوجود بی جے پی ذرا بھی پیچھے نہیں ہٹی ہے اور اس نے ہندوتو کے ایجنڈے کو لپیٹ کر نہیں رکھا ہے بلکہ اس کی دھار کو مزید صیقل کردیا ہے اور اس جنگ میں مرکزی وزیر داخلہ امت شاہ سپہ سالار کے کردار میں ہیں، جنھوں نے سہارنپور کمشنری کے کیرانہ اسمبلی حلقہ سے ۲۲ر جنوری کو مغربی یوپی کی بی جے پی کی انتخابی مہم کا آغاز کیا اور ہندوؤں کی مبینہ نقل مکانی کے ایشو کو گرم کرنے کی پوری کوشش کی۔ ۲۰۱۷ء کے اسمبلی انتخابات اور ۲۰۱۹ء کے پارلیمانی انتخابات میں بھی بی جے پی کیرانہ کے ایشو کو فرقہ وارانہ رنگ دے کر استعمال کرچکی ہے اور فائدہ اُٹھا چکی ہے۔ معلوم نہیں اب یہ ایشو اس کے لیے کتنا کارگر ثابت ہوگا۔ ۲۹ر جنوری کو انھوں نے سہارنپور کے دیوبند، دیہات اور شہری اسمبلی حلقوں کا دورہ کیا اور سماجوادی پارٹی کے قائد اکھلیش یادو پر خوب برسے لیکن جینت چودھری کا نام تک نہیں لیا اور مظفرنگر فساد کے زخموں کو کریدا۔ بی جے پی اور امت شاہ کو مغربی یوپی کی جاٹ برادری کی ناراضگی، جاٹوں اور مسلمانوں کے درمیان مضبوط ہوتے رشتے اور ۲۰۱۳ء کے فسادات کے بھرتے زخموں سے بڑی فکر لاحق ہے اسی لیے شاہ نے دہلی میں جاٹ لیڈر پرویش ورما کے گھر جاٹ برادری کے ۲۵۰ سرکردہ لوگوں کا دربار لگایا اور مبینہ طور پر جاٹوں سے مغلوں کے ساتھ جنگوں کا حوالہ دیا۔ ظاہر ہے کہ مغلوں سے مراد مغل نہیں مسلمان تھے، امت شاہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ ۲۹ر جنوری کے مغربی یوپی کے دوسرے دورے میں امت شاہ پاکستان اور دہشت گردی کے اشو کو بھی ہوا میں اُچھال گئے ہیں۔ اپنے پہلے دورہ میں انھوں نے لوک دل اور سماجوادی پارٹی کے اتحاد میں دراڑ ڈالنے کے لیے لوک دل کے جینت چودھری کو بھی دانہ ڈالا اور کہا کہ ایک صحیح آدمی غلط جگہ چلا گیا ہے۔ بی جے پی کی یوپی میں سرکار بننے پر ان کو سرکار میں شامل رکھا جائے گا لیکن جینت بی جے پی کی چال کو سمجھتے ہیں اسی لیے انھوں نے دوراندیش لیڈر کے طور پر جواب دیا اور صاف کہا کہ وہ چونّی نہیں جس کو بی جے پی اُچھال کر چت پٹ کا کھیل آسانی سے کھیل سکتی ہے اور وہ پالا بدلنے والے نہیں۔ یہاں یہ دھیان رکھنا ضروری ہے کہ بی جے پی مغربی یوپی کے جاٹوں کو کسان کی حیثیت سے نہیں ہندو جاٹ برادری کی حیثیت سے ہندوتو کی چھتری میں لانا چاہتی ہے۔ کسان کی حیثیت میں جاٹوں کو اپنے پالے میں کھینچنے کی اس میں سکت ہی نہیں رہی۔ جاٹ کسان تو بی جے پی سے خار کھائے بیٹھے ہیں۔ مغربی یوپی کے اضلاع میں بی جے پی لیڈر ممبرانِ اسمبلی کو گھسنے نہیں دیا جارہا ہے اور تو اور بی جے پی کے صوبائی صدر سوتنتر دیو سنگھ کے قافلہ کے ساتھ شاملی ضلع میں جو کچھ ہوا وہ اسی کی ایک کڑی ہے، ان کا غصہ سرد نہیں ہوا ہے۔ کسانوں کا مشترکہ محاذ سنیکت کسان مورچہ نے بی جے پی کی مرکزی اور ریاستی سرکاروں کی وعدہ خلافی کے خلاف ۳۱ر جنوری کو ملک کے ۵۰۰ اضلاع میں وشواس گھات دوس کے تحت اجتماعی مظاہرہ کیا۔ امت شاہ کی طرح ہی وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ بھی ۸۰ بنام ۲۰ کا کھیل کھیل رہے ہیں۔ سماجوادی پارٹی کی سرکار میں ہندوؤں کے ساتھ ظلم و زیادتی اور دنگا فساد ان کی تقاریر کا مرکز اور محور ہے۔ مظفرنگر کے فساد میں ہلاک ہونے والے سچن اور گوروان کو یاد آرہے ہیں۔ میرٹھ کے ہستناپور میں اپنی تقریر میں انھوں نے ان دونوں کا نام لے کر ذکر کیا ہے۔ مغربی یوپی میں زمین بچانے کے لیے بی جے پی جہاں فرقہ وارانہ ایشوز کو اچھال رہی ہے وہیں مشرقی یوپی اور سینٹرل یوپی میں منڈل کی بازگشت نے بی جے پی کی نیند حرام کر رکھی ہے اسی لیے اس نے پسماندہ طبقات کو میدان میں اتارا اور پہلے سے زیادہ ٹکٹ بانٹے ہیں اور اپنی حلیف جماعتوں انوپریہ پٹیل کے اپنا دل اور سنجے نشاد کی نشاد پارٹی جیسی پسماندہ طبقات کی نمائندگی کرنے والی جماعتوں کو بھی خوش رکھنے کے لیے وہ سیٹیں چھوڑ دی ہیں جہاں ۲۰۱۷ء میں اس کے امیدوار کامیاب رہے تھے۔ بدلے ہوئے حالات میں یہ اس کی مجبوری بھی ہے کہ اس نے جیتی ہوئی سیٹیں اپنی حلیف جماعتوں کے لیے چھوڑنی پڑ رہی ہیں۔ بی جے پی کے لیے الٰہ آباد میں نوجوانوں پر لاٹھی چارج نے نئی آفت کھڑی کردی ہے۔ ابھی بی جے پی اس سب سے سنبھل نہیں پائی تھی کہ سماجوادی پارٹی اور لوک دل اتحاد نے بنیادی ایشوز اُٹھا کر بی جے پی کے سامنے بڑا دھرم سنکٹ کھڑا کردیا ہے۔ سرکاری ملازموں کی پرانی پنشن کی بحالی، ۳۰۰ یونٹ مفت بجلی اور ۲۲ لاکھ نوجوانوں کو آئی ٹی سیکٹر میں ملازمت دینے کا وعدہ اور رہی سہی کسر گنا کسانوں کو پندرہ دن کے اندر بھگتان کرنے کے وعدہ نے پوری کردی ہے۔ یہ وعدہ ۲۸ر جنوری کو گنا بیلٹ کے ضلع مظفرنگر کی مشترکہ پریس کانفرنس میں اکھلیش یادو اور جینت چودھری نے کیا ہے۔ دونوں لیڈروں کی مشترکہ پریس کانفرنس امت شاہ اور مغربی یوپی کے جاٹوں کو بہلانے پھسلانے کی کوشش کا جواب ہے۔ باقی ایشو جس میں بے روزگاری، مہنگائی اور کورونا کی مار، اینٹی ان کمبنسی فیکٹر اور کسانوں کی ناراضگی اپنی جگہ، خاص طور پر پنشن بحالی کا ایشو بی جے پی کے لیے دردِ سر ثابت ہوسکتا ہے۔

پرانی پنشن بحالی کا ایشو ۲۱ لاکھ سرکاری ملازمین اور ان سے وابستہ ایک کروڑ سے زائد افراد کو متاثر کرتا ہے۔ پرانی پنشن بحالی کے لیے یوپی کے ملازمین ایک عرصہ سے مطالبہ کرتے آرہے ہیں اور دھرنے اور احتجاج بھی کیے گئے ہیں۔ اس لڑائی میں چپراسی سے لے کر افسر تک سب شامل ہیں۔ وہ بھی شامل ہیں جو ریٹائرڈ ہوگئے لیکن پنشن نہ ملنے سے عمر کے آخری پڑاؤ پر ہیں اور برا وقت جھیل رہے ہیں۔ موجودہ ۲۱ لاکھ میں ۵ لاکھ ملازمین وہ ہیں جن کو آؤٹ سورسنگ (ٹھیکہ) پر ایجنسیوں کے ذریعہ رکھا گیا ہے۔ اس اہم ایشو پر نہ تو پارلیمنٹ میں اور نہ اسمبلی میں کوئی آواز بلند ہوئی نہ اپوزیشن جماعتوں نے پارلیمنٹ اور اسمبلی میں اس پر بحث کرائی۔ پارلیمنٹ میں کانگریس سمیت غیر بی جے پی پارٹیوں اور بی جے پی نے دبے الفاظ میں مطالبہ کو صحیح تو مانا لیکن اس کے لیے کچھ کرنے کی بجائے اس سے پلہ جھاڑ لیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ جو لیڈر ایم پی اور ایم ایل اے ایک مرتبہ بن جاتا ہے وہ تاحیات لاکھوں روپے پنشن پاتا ہے لیکن جو لوگ دفتروں، اسپتالوں اور اسکول کالجوں میں پسینہ بہاتے ہیں، جسمانی مشقت اُٹھاتے اور دماغ سوزی کرتے ہیں ان کی آواز میں آواز ملانے کا خیال کسی ایم پی اور ایم ایل کو کو نہیں آیا حمایت اگر باہر سے کسی نے کی ہے تو وہ ان نوجوانوں نے کی جو خود سرکاری ملازمت پانے کی قطار میں کھڑے ہیں۔ سرکاریں ملازمین کے غصہ کو کم کرنے کے لیے (باقی صفحہ ۱۴ پر)

حجاب کو بیچ میں لا کر ہندوستان کی بیٹیوں کا مستقبل تباہ کیا جارہا ہے: راہل گاندھی

کرناٹک میں کالج کی جانب سے مسلم طالبات کو حجاب پہننے کی وجہ سے کالج میں داخل نہیں ہونے دینے کے معاملہ میں کانگریس کے سابق صدر راہل گاندھی نے ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ حجاب کے نام پر ہندوسان کی ان بیٹیوں کے ساتھ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ راہل گاندھی نے ٹوئٹ کیا کہ طلبا کی تعلیم کی راہ میں حجاب کو حائل کرکے ہم ہندوستان کی بیٹیوں کے مستقبل پر ڈاکا ڈال رہے ہیں۔ ماں سرسوتی سبھی کو تعلیم سے آراستہ کریں۔ وہ کسی میں امتیاز نہیں کرتیں۔ حال ہی میں کرناٹک کے وزیر تعلیم بی سی ناگیش نے حجاب تنازعہ پر کہا تھا کہ طالبات کو حجاب پہننے کی اجازت دے کر اسکولوں کو میدانِ جنگ نہیں بننے دیا جائے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ اسکول مقدس مقام ہے اور یہ ضروری ہے کہ یہاں پر سب کو برابری کا احساس ہو۔ انہوں نے کہا کہ ان کا موقف صاف ہے، یہ سب تعلیمی اداروں میں نہیں چلے گا۔ وزیر نے مزید کہا تھا کہ ’’ہم نے کہا ہے کہ ہم کمیٹی بنائیں گے جو اگلے تعلیمی سال تک حتمی رپورٹ دے گی اور حکومت اس پر سخت موقف اختیار کرے گی۔ وہ (طالبات) پہلے حجاب نہیں پہنتی تھیں اور یہ مسئلہ صرف 20 دن پہلے شروع ہوا۔ وہیں، اپنے یوٹیوب چینل ’بیباک‘ نامی پروگرام کے دوران ابھیشار شرما نے مسلم لڑکیوں کو حجاب کے نام پر ہراساں کرنے کے معاملہ میں برہمی کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کچھ مسلم لڑکیاں کالج جاتی ہیں اور انہیں کالج میں اس لئے نہیں داخل ہونے دیا جاتا کیونکہ انہوں نے حجاب پہنا ہوا ہے۔ کالج کے اصولوں میں ایسا کہیں نہیں لکھا گیا ہے کہ لڑکیاں حجاب پہن کر کالج نہیں آسکتیں۔ گڑگڑاتی ہوئی لڑکیوں کے منہ پر کالج کے پرنسپل دروازہ بند کردیتے ہیں۔ اگر کوئی سکھ اپنی پگڑی لگا کر کالج میں داخل ہونا چاہے تو کیا آپ اسے روک دیں گے؟

دراصل کچھ دنوں پہلے کچھ ہندوتوادی طلبا نے گلے میں بھگوا رنگ کا کپڑا ڈال کر حجاب پہننے کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ گزشتہ سات سالوں میں میڈیا کا ایک طبقہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والے حملوں کو جائز ٹھہراتا ہے۔ ایسا ہی تبلیغی جماعت کے معاملہ میں بھی ہوا۔ کبھی تبلیغی جماعت کے نام پر، کبھی اے ایم یو، کبھی جامعہ اور اب حجاب کے نام پر مسلم لڑکیوں کو ہراساں کیا جارہا ہے۔ صرف اس لئے کیوں کہ وہ ہندو مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں۔ حال ہی میں سلی ڈیل اور بلی بائی نام کی ایپ کے ذریعے مسلم خواتین کو باقاعدہ نیلامی کے لئے پیش کردیا تھا۔ یہ ملک کے لئے شرمناک ہے۔

تجزیہ

ورون گاندھی

مایوس کن معیشت، وبائی امراض اور ہندوستانی عوام

دسمبر میں ملک میں بے روزگاری کی شرح ۷ر اعشاریہ ۹ فیصد کی چار ماہ کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی۔ شہری بے روزگاری ۹ر اعشاریہ ۳ فیصد تک بڑھ گئی اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ کس طرح ہندستانی عوام مایوس کن معیشت اور وبائی امراض سے بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ انتخابی ریاست اتر پردیش میں یہ صورتحال گزشتہ پانچ برسوں میں بدترین ہوگئی ہے۔ وہیں دسمبر ۲۰۱۶ء اور دسمبر ۲۰۲۱ء کے درمیان لیبر فورس ۱۴۹ر اعشاریہ ۵ فیصد ملین سے بڑھ کر ۱۷۰ر اعشاریہ ۷ ملین ہوگئی، لیکن اسی عرصہ کے دوران ملازمت کرنے والے افراد کی شرح ۳۸ر اعشاریہ ۵ فیصد سے گھٹ کر ۳۳ر اعشاریہ ۸ فیصد ہوگئی۔ حقیقی دنیا میں اس طرح کی مایوس کن پالیسی سازی کے بہت سے باطنی مضمرات ہیں خاص طور پر ایسے نوجوانوں کے لیے جن کے لیے گزشتہ چند برسوں میں بے روزگاری کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہوا ہے۔ حد یہ ہے کہ ڈگری ملنا بھی آج نوکری کی ضمانت نہیں ہے۔ ۲۰۱۹ء میں ۵۵ ملین انڈر گریجویٹ ڈگری ہولڈر میں ۹ ملین بے روزگار تھے۔ ایسا لگتا ہے کہ ہم اپنے ملک کی آبادیاتی صلاحیت کو ضائع کررہے ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ ہمارے پالیسی سازوں نے پاپولسٹ کے فن میں مہارت حاصل کرلی ہے لیکن بڑا سوال یہ ہے کہ کیا انھوں نے روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے بڑے سوال پر سنجیدگی سے توجہ دی ہے؟

اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ ہندستان کے آبادیاتی سرپلس کو ملازمت دی جائے، ۲۰۲۳ء اور ۲۰۳۰ء کے درمیان ۹۰ ملین غیر زرعی سیکٹر میں ملازمتیں پیدا کرنے کی ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کو پورا کرنے کے بجائے ہم نے اس امید پر قلیل مدتی اصلاحات کی کہ اس سے پیدا ہونے والے رجحانات سے ملازمتوں کا بحران حل ہوجائے گا۔ اس بارے میں غور کرنے کے لیے زیادہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ بمشکل ایک دہائی قبل پالیسی سازوں کو توقع تھی کہ ہندستان دنیا کا بیک آفس ہوگا جس طرح ہمارے لوگوں کو فائدہ مند طریقے سے ملازمت دی جارہی ہے اس سے ہم امید کررہے ہیں کہ گیگ اکانومی جو نئے دور کے اسٹارٹ اَپ کو فروغ دیا گیا ہے، ہمیں روزگار کے خواہشمند مرحلے تک لے جائے گی۔ اگر اس توقع کو موجودہ صورتحال سے ہم آہنگ کیا جائے تو جولائی ۲۰۲۱ء تک ملک میں ۵۳ ہزار سے زیادہ تسلیم شدہ اسٹارٹ اَپ تھے، جنھوں نے ۵ر اعشاریہ ۷ لاکھ ملازمتیں پیدا کیں۔ لیکن اس دوران سرکاری ملازمتوں کا پرانا سوتا خشک ہوگیا۔ ۲۰۲۰ء کے سرکاری سروے میں کہا گیا ہے کہ ۳۱ر مارچ ۲۰۱۷ء تک سرکاری اداروں میں ۱۱ر اعشاریہ ۳ لاکھ ملازمین تھے جو ۲۰۱۹ء تک گھٹ کر ۱۰ر اعشاریہ تین لاکھ رہ گئے۔ درحقیقت یہ ہندستان میں جوان ہونے کا المیہ ہے۔ ان کے لیے آج نوکری ملنا سخت مشکلات کا کھلا سامنا ہے۔ کچھ لوگوں کے لیے یہ ہندستانی ریاست سے مایوسی کا مسلسل تجربہ ہے جبکہ بہت سے لوگوں نے نوکریوں کی تلاش بھی ترک کردی ہے۔ اس صورتحال کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ لیبر فورس کی شرکت کی شرح (ایل پی آر) اگست ۲۰۱۶ء میں ۴۷ر اعشاریہ ۲۶ فیصد کے مقابلہ دسمبر ۲۰۲۱ء تک سکڑ کر ۴۰-۴۲ فیصد پر آ گئی یعنی ہماری ساٹھ فیصد افرادی قوت کام کی تلاش ترک کرنے پر مجبور ہے۔

اس صورتحال سے باہر نکلنے کے لیے ہم ایک مختلف راستے پر آگے بڑھنے کی پہل کرسکتے ہیں۔ ہم اگر چاہیں تو ایک ایسی ریاست کے کردار کو اُبھار سکتے ہیں جو دوامی دولت کی تخلیق کو فروغ دے اور انسانی سرمایہ میں مطلوبہ سرمایہ کاری کرے۔ تجربہ کہتا ہے کہ جیسے جیسے ہم قواعد وضوابط میں نرمی کریں گے اور پیداوار کی حوصلہ افزائی کریں گے، نوکریاں بھی پیدا ہوتی جائیں گی۔ ظاہر ہے اس کے لیے بنیادی عوامی خدمات کو وسعت دے کر ریاست کے کردار کو از سر نو تشکیل دینا ہوگا۔

وبائی دور سے قبل یعنی ۲۰۱۸ء تک دو لاکھ ملین ہیلتھ ورکرز کی اسامیاں ایک ملین ٹیچرز اور ایک اعشاریہ ۷ ملین آنگن واڑی کارکنوں کی اسامیاں خالی تھیں۔ ان سبھی کو ایک ساتھ جوڑ دیں تو اسامیوں کی مجموعی تعداد دو اشاریہ پانچ ملین سے زیادہ ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ وقت میں ہیلتھ کے شعبہ میں دو لاکھ ۹۰ ہزار سے چار لاکھ ۲۰ ہزار ہیلتھ ورکرز کی توسیع کی واضح صلاحیت ہے۔ انتخابی موسم میں محض نئے ایمس کا اعلان کرنے سے اس امکان کو پورا نہیں کیا جاسکتا۔ ان سیکٹرز میں کنٹریکٹ اور کچھ موسمی ملازمین کو ریگولر کرنا ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ مثال کے طور پر دس لاکھ آشا کارکنوں، بارہ لاکھ آنگن واڑی ورکروں اور دس لاکھ مددگاروں کو کل وقتی کیا جانا ہمارے سامنے ایک بروقت اور اخلاقی ضرورت ہے۔ صرف ان دونوں سیکٹرز میں ایمانداری سے ضروریات کو پورا کرنے سے ہی ۲۵ لاکھ ملازمتیں پیدا کی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہمیں خاص طور پر موجودہ افرادی قوت کو شہری علاقوں میں ہنرمند بنانے کی ضرورت ہے۔ ایک قومی شہری روزگار کی گارنٹی اسکیم اور عوامی اثاثے بنانے پر زور دینے سے ہمیں مزدور کی مہارت کو بہتر بنانے، سرٹیفکیشن فراہم کرنے اور آمدنی میں مدد فراہم کرنے میں مدد ملے گی۔ اس طرح کی اسکیم بیس لاکھ شہری جزوقتی کارکنوں کو تین سو روپے یومیہ اجرت کی شرح پر سو دن تک کام فراہم کرسکتی ہے۔ اس طرح کی کوشش کی مجموعی لاگت کا تخمینہ ایک لاکھ کروڑ روپے سالانہ لگایا گیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ عوامی کاموں اور باز آبادکاری کے معاملہ میں شہروں کی حالت انتہائی خستہ ہے۔ صاف پانی کی فراہمی سے لے کر سڑکوں کی دیکھ بھال، جھیلوں کی کایا کلپ، کاریگروں کی آمدنی میں اضافے جیسی توقعات کو ہم اس طرح کی اسکیم کے ذریعے آسانی سے پورا کرسکتے ہیں۔

ایک اور طریقہ سبز ملازمتوں کو فروغ دینا بھی ہے جس میں روایتی طور پر عوامی خدمات (جیسے تحفظ آب ویسٹ مینجمنٹ) کو ہم شامل کرسکتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ایک میونسپل کونسل پر مبنی شہر ایسے زمروں میں ۶۵۰ گرین جاب پیدا کرسکتا ہے جبکہ ایک نگر پالیکا ۱۸۷۵ ملازمتیں اور ایک مکمل میونسپل کارپوریشن ۹۰۸۵ ملازمتیں پیدا کرسکتی ہے۔ دیگر شعبوں میں ۱۵۰-۲۵۰۰ ملازمتیں تجدیدی سیکٹر میں پیدا ہوں گی، جبکہ ویسٹ مینجمنٹ میں ۳۰۰-۲۰۰۰ر اضافی اور ۸۰-۷۰۰ اشہری کاشتکاری میں ملازمتیں پیدا ہوں گی۔ ہندستان کے شہروں میں اس کا پھیلاؤ مزدوروں کی مہارت کو بڑھانے کے ساتھ ساتھ روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں نمایاں اضافہ کرے گا۔ ایک ایسے دور میں جب اوسط ہندستانی شہری صرف ڈیلوری ورکر بننے کی خواہش کرسکتا ہے، یہ متبادل اور حل کے لیے ایک بہتر راستہ ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں پہل ضروری ہے۔ گزشتہ سال مدھیہ پردیش کے ضلع شیوپوری میں آٹھ ہزار بے روزگار نوجوان ضلعی عدالت کے لیے بھرتی کیے جانے والے بیس چپراسیوں میں سے ایک بننے کے منتظر تھے۔ اسی طرح گوالیار میں جونیئر سطح کی پندرہ نوکری کے لیے گیارہ ہزار بے روزگار نوجوان اُمڈ پڑے۔ اکثر بے روزگار ایم سی اے سے لے کر پی ایچ ڈی ہولڈرز نوجوان چپراسی تک کی نوکریوں کے لیے کوشاں رہتے ہیں جبکہ وہ عدالتی سروسز یا دیگر آفیسرز سطح پر بحالی کی تیاری کررہے ہوتے ہیں۔ اگر سازگار ماحول پیدا (باقی صفحہ ۱۴ پر)

کھیل کی دنیا

وراٹ کوہلی ایک کامیاب کپتان: ایان چیپل

آسٹریلیا کے بیٹنگ لیجنڈ ایان چیپل نے وراٹ کوہلی کو ایک غیر معمولی کپتان قرار دیا ہے جس نے ہندستانی ٹیم کو بلندیوں تک پہنچایا ہے لیکن انگلینڈ کے جو روٹ کو ایک اچھا بلے باز لیکن کمزور کپتان بتایا ہے۔ جنوبی افریقہ کے خلاف ہندستان کی ٹیسٹ سیریز میں شکست کے بعد وراٹ کوہلی نے ٹیسٹ کپتانی چھوڑ دی تھی۔ اس سے قبل انھوں نے ٹی-۲۰ ٹیم کی کپتانی بھی چھوڑ دی تھی جبکہ انھیں ون ڈے کپتان کے عہدے سے ہٹا دیا گیا تھا۔ ایان چیپل نے کوہلی اور روٹ کے درمیان کپتانی کے انداز میں فرق کا ذکر کیا۔ انھوں نے اپنے کالم میں لکھا ہے کہ دو کرکٹ کپتانوں کی کہانی ہے۔ ایک اپنے کام میں بہت اچھا تھا اور دوسرا ناکام۔ ایان چیپل نے کہا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ کوہلی بطور کپتان کامیاب ہیں۔ انھوں نے اپنے جوش کو نہیں روکا لیکن پھر بھی وہ ہندستانی ٹیم کو بلندی پر لے جانے میں کامیاب رہے۔ نائب کپتان اجنکیا رہانے کی شکل میں ایک اچھے اتحادی کی مدد سے انھوں نے ہندستان کو بیرون ملک کامیابیوں سے ہمکنار کیا اور کسی اور کپتان نے ایسا نہیں کیا۔ ایان چیپل نے جو روٹ کا اندازہ لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ جو روٹ کی کپتانی میں ناکامی کسی دوسرے کپتان سے زیادہ میچوں میں اپنے ملک کی قیادت کرنے کے باوجود جو روٹ اچھے بلے باز ہیں لیکن کمزور کپتان ہیں۔ ایان چیپل نے کہا کہ کس طرح کوہلی نے دو کامیاب ہندستانی کپتانوں سورو گنگولی اور مہندر سنگھ دھونی کی میراث کو آگے بڑھایا ہے۔ وراٹ کوہلی کو سورو گنگولی اور دھونی سے جو وراثت ملی تھی وہ سات سالوں میں بہت حد تک آگے بڑھا۔ بحیثیت کپتان ان کی سب سے بڑی مایوسی جنوبی افریقہ سے حالیہ شکست تھی جس میں ہندستان ۱-۰ سے آگے تھا حالانکہ وہ کیپ ٹاؤن میں دوسرے ٹیسٹ میں کپتان نہیں تھے۔ ایان چیپل نے ٹیسٹ کرکٹ میں اچھی کارکردگی دِکھانے کے لیے کوہلی کے جذبے کا حوالہ دیا ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ کوہلی کی سب سے بڑی کامیابی اپنی ٹیم میں ٹیسٹ کرکٹ کا جذبہ پیدا کرنا تھا۔ اپنی بڑی کامیابی کے باوجود کوہلی کا بنیادی ہدف ٹیسٹ کرکٹ میں جیتنا تھا اور یہیں سے ان کا جذبہ واقعی چمکا ہے۔

مصباح الحق نے ٹی-۲۰ ورلڈ کپ کے فائنل میں شاٹ کھیلنے کی وجہ بتائی

بھارت اور پاکستان کے درمیان ورلڈ کپ کے تمام میچوں کی تصاویر ہر کرکٹ شائقین کے ذہن میں ہیں۔ اس بار سال ۲۰۲۱ء میں پہلی بار پاکستان ٹی-۲۰ ورلڈ کپ میں بھارت کو شکست دینے میں کامیاب ہوا ہے۔ جس میچ کی سب سے زیادہ چرچا ہے وہ ۲۰۰۷ء کے ٹی-۲۰ ورلڈ کپ کا فائنل میچ ہے۔ اسی ورلڈ کپ میں اس فائنل سے قبل بھارت اور پاکستان کے درمیان ایک اور میچ ہوا جو پہلے تو ٹائی رہا لیکن بعد میں بھارت نے وہ میچ بال آؤٹ کے ذریعے جیت لیا۔ اس فائنل میں جوگندر شرما کے آخری اوور کی جتنا چرچا ہے اتنی ہی پاکستان سے فتح چھیننے والے سابق پاکستانی بلے باز مصباح الحق کے اسکوپ شاٹ کی بھی چرچا ہے۔ اب سابق پاکستانی کپتان نے اعتراف کیا ہے کہ وہ حد سے زیادہ اعتماد کا شکار ہو کر یہ غلطی کر چکے ہیں۔ پاکستان کے شائقین صرف ایک بات کہتے ہیں کہ وہ میچ جیت سکتے تھے، اگر مصباح الحق گھٹنے ٹیک کر وہ شاٹ نہ کھیلتے۔ ویسے تو کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا ہوا ہوگا لیکن مصباح الحق نے شعیب اختر کے یوٹیوب چینل پر اس شاٹ کے بارے میں بتایا ہے کہ انھوں نے وہ شاٹ کیوں کھیلا۔ مصباح الحق نے بتایا ہے کہ کئی بار وہ اس شاٹ پر باؤنڈری لگا چکے ہیں۔ ایک ہی ورلڈ کپ میں کئی بار فیلڈر ہونے کے باوجود انھوں نے وہ شاٹ کھیلا۔ اسے اس شاٹ پر اتنا بھروسہ تھا کہ انھیں لگا کہ اس بار بھی وہ اسے بہت آسانی سے کھیلیں گے کیونکہ فائنل میں فیلڈرز بہت اونچے کھڑے تھے لیکن ایسا نہیں ہوا کہ مصباح الحق نے وہ شاٹ کھیلا اور کیچ چلا گیا۔

میں نے آئی پی ایل میں جگہ پانے کے بعد پہلی مرتبہ آئی فون پلس خریدا تھا: محمد سراج

حیدرآباد: ہندوستانی کرکٹ ٹیم کے فاسٹ بولر محمد سراج نے انکشاف کیا ہے کہ آئی پی ایل میں جگہ پانے کے بعد انہوں نے سب سے پہلا کام آئی فون سیون پلس خریدا تھا۔ بعد ازاں انہوں نے سکنڈ ہینڈ کار کرولا کی خریداری کی، کیونکہ آئی پی ایل کھلاڑیوں کے لئے کار کافی اہم ہے۔ وہ پلاٹینا گاڑی کب تک ڈھکیلیں گے؟ حیدرآبادی فاسٹ بولر نے کہا کہ کار تو انہوں نے خرید لی تاہم اس کو چلانا نہیں جانتے تھے۔ اس کے بعد ماموں کے بیٹے کی خدمات انہوں نے کار چلانے کے لئے لی تھی۔ انہوں نے کار کی خریداری کے بعد ایک تقریب کا حوالہ دیا اور کہا کہ کورولا کار میں اے سی بھی نہیں تھا۔ ہمیں کار کے شیشوں کو کھلا رکھنا پڑتا تھا۔ راستہ سے گزرنے کے دوران لوگ ان کا نام پکار کر ہاتھ ہلا کر اشارہ کر رہے تھے۔ محمد سراج نے ہنستے ہوئے کہا کہ ایسی صورت میں کار کا آئینہ بھی نہیں چڑھایا جا سکتا تھا کیونکہ گرمی بہت ہو رہی تھی۔ پھر آئندہ سال انہوں نے مرسیڈیز کار کی خریداری کی۔ سراج فی الحال آئی پی ایل میں بنگلورو رائل چیلنجرز ٹیم میں شامل ہیں۔ اس ٹیم کے بعض ارکان نے اپنے تجربات بیان کئے۔ وراٹ کوہلی، اے بی ڈیویلیرس کے ساتھ ساتھ سراج نے بھی اپنے تجربات بیان کئے۔ سراج نے اس ویڈیو میں اپنے پہلے آئی پی ایل کے انتخاب کے بعد کے تجربات بیان کئے۔ سراج پہلے سن رائزرس حیدرآباد کی طرف سے کھیلا کرتے تھے۔

آسٹریلوی کرکٹ ٹیم کا ۲۴ برس بعد دورہ پاکستان، سیریز کا شیڈول جاری

آسٹریلیا کے کرکٹ بورڈ نے باضابطہ طور پر ٹیم کے دورہ پاکستان کی تصدیق کر دی ہے اور میچوں کا شیڈول بھی جاری کر دیا ہے۔ ۴ر جنوری کو آسٹریلین کرکٹ بورڈ کے ٹوئٹر اکاؤنٹ سے ایک ٹویٹ میں کہا گیا کہ آسٹریلوی کھلاڑی پاکستان جا رہے ہیں اور یہ ۱۹۹۸ء کے بعد آسٹریلیا کی مردوں کی ٹیم کا پہلا دورہ پاکستان ہے۔ آسٹریلین کرکٹ بورڈ کی جانب سے جاری کردہ شیڈول کے مطابق آسٹریلیا اور پاکستان کے درمیان پہلا ٹیسٹ ۴ر سے ۸ر مارچ کو راولپنڈی، ۱۲ر سے ۱۸ر مارچ کو کراچی اور ۲۱ر سے ۲۵ر مارچ کو لاہور میں کھیلا جائے گا۔ تینوں ایک روزہ میچ ۲۹ر مارچ، ۳۱ر مارچ اور ۲ر اپریل کو راولپنڈی سٹیڈیم میں کھیلے جائیں گے۔ جبکہ واحد ٹی-۲۰ میچ ۵ر اپریل کو راولپنڈی سٹیڈیم میں کھیلا جائے گا۔ آسٹریلوی کرکٹ بورڈ کا کہنا ہے کہ دورہ پاکستان کے لیے کھلاڑیوں کے ناموں کا اعلان اگلے کچھ دنوں میں کیا جائے گا۔

طب و صحت

موسم سرما کی بارش میں ہلدی اور ادرک استعمال کریں

ہر سال موسم سرما اپنے ساتھ موسمی بیماریوں کا بھی تحفہ ساتھ لاتا ہے جبکہ اس دوران بارشیں جہاں ٹھنڈ میں مزید اضافہ کرتی ہیں وہیں جلدی بیماریوں، نزلہ، زکام، کھانسی اور بخار بھی بڑھ جاتا ہے۔ ماہرین کی جانب سے سرد موسم کے دوران زیادہ سے زیادہ گرم تاثیر والی غذائیں اور نیوٹر اسیوٹیکل یعنی اینٹی سیپٹک گرم مسالوں کے استعمال کو بھی بڑھا دینے کا مشورہ دیا جاتا ہے۔ ماہرین کی جانب سے ادرک اور ہلدی کو کافی اہمیت دی جاتی ہے۔ سردیوں میں ان دونوں کو ملا کر شہد کے ساتھ مکس کر کے استعمال کرنے کے متعدد فوائد بتائے جاتے ہیں۔ سردیوں کے موسم میں ہلدی اور ادرک جیسی جڑی بوٹیوں کا استعمال قوتِ مدافعت کو مضبوط بنا کر نہ صرف بیرونی بلکہ متعدد اندرونی بیماریوں سے بھی بچاتا ہے کیونکہ سائنسی دنیا میں نزلہ زکام اور موسمی الرجیوں کی تا حال کوئی مستند دوا وجود میں نہیں آ سکی ہے، اسی لیے دوا کے طور پر صدیوں سے استعمال کی جانے والی قدرتی غذائیں ہلدی اور ادرک کے استعمال سے انسان الرجی پیدا کرنے والے جراثیموں کے حملے سے محفوظ رہتا ہے۔ ماہرین کی جانب سے ان دونوں کا قہوہ بنا کر دن میں دو سے تین کپ استعمال تجویز کیا جاتا ہے۔ خالص ہلدی کو سکھا کر یا کچی کو ہی پانی میں پکا کر پیا جا سکتا ہے۔ ان دونوں اجزا کو ملا کر اس میں شہد شامل کر کے استعمال کے نتیجے میں نہ صرف انسان سردیوں کے دوران متحرک سردی کی شدت سے محفوظ، جلدی بیماریوں اور موٹاپے سے دور رہتا ہے۔ سردی کی شدت اور اس دوران پھیلنے والی بیماریوں سے بچنے کے لیے دیگر تجاویز مندرجہ ذیل ہیں:

سردیوں کا آغاز ہوتے ہی سب سے زیادہ جلد پر خارش کی شکایت لے کر مریض اسپتال آتے ہیں۔ یہ بیماری ایک فرد سے پورے گھر کو لگ سکتی ہے لہٰذا اس سے بچنے کے لیے گرم کپڑے، چادریں اور کمبل خوب گرم پانی سے دھو کر سخت دھوپ لگوا کر استعمال کریں۔ سردیوں میں خشک ہوا سے ایگزیما کی بیماری بھی بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں جلد خشک ہو کر پھٹنے لگتی ہے۔ ایگزیما سے بچاؤ کے لیے جلد کو نم رکھیں اور کسی اچھے لوشن کا استعمال کریں۔

اس کے علاوہ سردیوں میں سورائسز (Psoriasis) کی بیماری بھی شدت اختیار کر جاتی ہے جس میں جلدی سوزش، جلد کا سرخی مائل ہو کر ابھرنا، جلد پر خارش زدہ دھبے پڑنا شامل ہے۔ اس سے محفوظ رہنے کے لیے سگریٹ نوشی سے گریز، ذہنی دباؤ سے پرہیز اور بے مقصد دواؤں کا استعمال کرنے کے بجائے ہلدی یا ادرک کے قہوے سے مدد لی جا سکتی ہے۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ سردیوں کے دوران خوب پانی پینا اور صاف ستھرائی کا خاص خیال بیحد ضروری ہے۔ سردیوں میں باقاعدگی سے ہاتھ دھونے اور زیادہ سے زیادہ ایک دن بعد ہاتھ لینے پر زور دیا جاتا ہے تاکہ جراثیم کو جسم میں داخل ہونے کا موقع نہ ملے اور سردیوں میں پھیلنے والے وائرس سے بھی محفوظ رہا جا سکے۔ ▫▫

ادبیات

نغمۂ کن سے دو عالم کو ہویدا کر دیا

ولی اللہ ولی قاسمی

حمدِ رب لازم ہے جس نے کل جہاں پیدا کیا
نغمۂ کن سے دو عالم کو ہویدا کر دیا

ایک ادنیٰ سے اشارے سے ہوئی تخلیقِ کل
مظہرِ قدرت بنا کر بھیجا ہے ختم الرسل

حاکم عادل وہی ہے مالک و رازق ہے وہ
رب اکبر ہے وہی مختارِ کل خالق ہے وہ

لائق سجدہ وہی ہے، بس وہی معبود ہے
مومنوں کا بس وہی مطلوب ہے مقصود ہے

مصطفیٰ کو کر کے پیدا، کامل و اکمل کیا
ساری مخلوقات میں ہاں آپ کو افضل کیا

آپ کو اس نے شفاعت کا بنایا تاجدار
امت مرحوم کا اس نے بنایا پاسدار

ہاں عطا فرمایا ہے تاجِ رسالت آپ کو
کر دیا موہوب پھر، مہر نبوت آپ کو

آپ ہیں فخر دو عالم، باعث کون و مکاں
نازشِ اولادِ آدم، سائر باغِ جناں

آپ ہی تو ذاتِ حق کے، شاہد و مشہود ہیں
روزِ محشر عاصیوں کے، آپ ہی مقصود ہیں

آپکے ہاتھوں میں ہوگی حشر میں امت کی لاج
جگمگائے گا شفاعت کا منور سر پہ تاج

آپ کو رب نے عطا فرمایا ہے خلق حسن
آپ کے اخلاق کی خوشبو سے مہکا ہے چمن

آپ کے چہرے پہ دلکش ہیں عیاں رعنائیاں
آپ کی ذاتِ مبارک میں ہیں ساری خوبیاں

آپ کا جسم مبارک ہے سلامت، قبر میں
ہے عقیدہ یہ کہ اُٹھیں گے سلامت، حشر میں

آپ کا بعد از خدا اعلیٰ ہوا سب سے مقام
آپ کی ذاتِ مبارک پر مرا لاکھوں سلام

کبھی تو کوئی گذرے گا یہاں سے

فاروق ارگلی فقیرؔ

پتہ چلتا ہے یہ کوئے بتاں سے
زمیں بھی کم نہیں کچھ آسماں سے

غزل ناراض ہو کر کہہ رہی ہے
وہیں لے چل اُٹھا لایا جہاں سے

وہ دفناتا ہے دل میں کتنی لاشیں
کبھی پوچھو کسی پیر جواں سے

میاں میں بھی محقق ہو گیا ہوں
اُٹھا کر کچھ یہاں سے کچھ وہاں سے

جہاں جاتا ہوں خود میں بند رہ کر
کبھی نکلا نہیں اپنے مکاں سے

تماشہ ختم ہو جائے گا اِک دن
وہیں جانا ہے آئے ہو جہاں سے

کہاں ہے وہ دکاں کس شہر میں ہے
کمینہ پن یہ لائے ہو کہاں سے

کئی صدیوں سے بت بن کر کھڑا ہوں
کبھی تو کوئی گزرے گا یہاں سے

دردِ بے فائدہ افکار کے بونے سے ہوا

ڈاکٹر حنیف ترین سنبھلی

دل کا کچھ بوجھ کم آنکھوں کے بھگونے سے ہوا
چین اشکوں سے ہرے زخم کے دھونے سے ہوا

نیند کے کھیت میں آنکھوں کے سیہ دیپ جلے
سامنا جب بھی اِک سپنے، سلونے سے ہوا

کشت دل میں کئی مجروح سے احساس اُگے
درد بے فائدہ افکار کے بونے سے ہوا

زہر سا گھول گیا آنکھوں میں بچپن کا خیال
دل کا بہلاوا کب اشکوں کے کھلونے سے ہوا

اپنے ہی خوں میں نہائے رہے سرتا بہ قدم
اپنا یہ حالِ زبوں وقت کے کھونے سے ہوا

آنکھ میں دُور تک اِک روشنی پھیلی ہے حنیفؔ
یہ کرشمہ نئے خوابوں کو پرونے سے ہوا

تیرے جیسا رنگ نہیں ہے رنگوں کی اس بستی میں

راجندر پردیسی

رنگ پریوں نے پھول چرائے نیلے لال ہرے
ہم نے اپنے زخم سجائے نیلے لال ہرے

گوری موم بتیوں کی دیکھ کے ادھبت سی بینائی
سب موم بتیاں رنگ بنائے نیلے لال ہرے

تیرے جیسا رنگ نہیں ہے رنگوں کی اس بستی میں
سب لوگوں نے رنگ اپنائے نیلے لال ہرے

رنگوں کی خاطر داری میں عمر بتا دی ساری
میں نے تو بس بیر بہائے نیلے لال ہرے

پردیسیؔ اس شہر میں لوگوں کے دل تو ہیں کالے
اور مکھوٹے ہیں لگوائے نیلے لال ہرے

ہر شخص مجھ سے برسرِ پیکار ہو گیا

امیرؔ نہٹوری

ہر شخص مجھ سے برسرِ پیکار ہو گیا
میں نام لے کے تیرا خطاوار ہو گیا

تم نے نگاہ پھیر کے احسان کر دیا
اچھا ہوا میں خواب سے بیدار ہو گیا

اس دن فلک سے آئے گی برق تپاں ضرور
جس دن بھی آشیاں مرا تیار ہو گیا

بہلاؤں دل کو لاکھ بہلتا نہیں کبھی
میرا بھی دل اسی کا طرفدار ہو گیا

جس زندگی میں غم کے سوا کچھ نہیں امیرؔ
اس زندگی کا کیوں میں طلبگار ہو گیا

بقیہ— اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ....

القاعدہ سے جڑے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے ان کی خواہش دنیا کے سب سے بڑی صف اوّل کی اسلامی دہشت گرد تنظیم کے طور پر القاعدہ کی جگہ لینے کی ہے۔

دیکھا جاسکتا ہے کہ کس چابک دستی اور فنکاری کے ساتھ خوف کی نفسیات کا استعمال کرتے ہوئے اسلام کو دہشت گردی سے جونے، اسلامی دہشت گردی کی اصطلاح کو پھیلانے اور دل و دماغ میں اُتارنے کی کوشش کی گئی۔ اسی طرح کی کوشش دوسرے رنگ ڈھنگ سے اشونی سانگھی کی روضہ بال، ونش ولی میں نظر آتی ہے۔ اس میں برہمن وادی تری مورتی تصور کے تحت ہندوتو کے ایک مخصوص پراسرار ماحول میں لے جاکر مست کردیا جاتا ہے تو دوسری طرف دِکھایا ہے کہ غالب، کعبہ، مدینہ کا سفر اور حج وعمرے کے بعد بھی اللہ رحمٰن ورحیم سے دعا کرتا ہے کہ یہ اتھاہ مہربانی دشمنوں پر مت دِکھانا کیونکہ وہ مقدس و پاک لشکر کے ہمراہ بھارت میں خلافت کی بحالی کے لیے ایک خونی جہاد کررہا تھا۔ امیش کے راجا سہیل دیو میں زانی، لٹیرے، حملہ آور، مندروں کو منہدم کرنے والے ترکوں کے مقابلے میں اکثریتی کمیونٹی میں فخر اور تہذیب کے محافظ کے طور پر بہادر سہیل دیو کو سامنے لایا جاتا ہے۔ اس سے جس طرح کی ماحول اور ذہن سازی ہوگی، یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر کوئی اپنے مقصد اور پسندیدہ نظام حیات کے تحت سماج کی تشکیل چاہتا ہے، لیکن اس یکطرفہ عمل سے کسی معتدل سماج کی تعمیر وتشکیل کیسے ہوسکتی ہے۔ اس پر کچھ دنوں قبل جب مشرف عالم ذوقی بحیات تھے تو ڈاکٹر محمد منظور عالم نے ادبا وتنقید نگاروں کی ایک میٹنگ منعقد کی تھی جس میں ادب وتخلیق کے بدلتے منظرنامے کے پیش نظر کئی تجاویز آئی تھیں لیکن ابھی تک اس تعلق سے کوئی قابل مطالعہ وتوجہ تخلیقی کام سامنے نہیں آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس خلا سے سماجی خلیج پاٹنے کی راہ ہموار نہیں ہوگی تو اس کے دوررس اثرات ونتائج برآمد ہوں گے۔□□

بقیہ— ماہِ رجب المرجب....

تک صلاۃ الرغائب کا تعلق ہے تو اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ بدعت ہے۔ لہٰذا اسے نہ تن تنہا پڑھنا مستحب ہے نہ باجماعت، کیونکہ صحیح مسلم کی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کی رات کو تہجد کے لئے اور دن کو روزہ کے لئے خاص کرنے سے منع فرمایا ہے، صلاۃ الرغائب کے سلسلہ میں جو حدیث بیان کی جاتی ہے وہ باتفاق علماء جھوٹی اور موضوع ہے، کسی ایک بھی سلف اور امام سیاس کا ذکر تک منقول نہیں ہے۔"۔ (فتاوی ابن تیمیہ)

نوٹ: موضوع روایت پر عمل کرنا تو ناجائز ہے، البتہ یہ بات اپنی جگہ محقق ہے کہ محدثین نے باب فضائل میں ضعیف احادیث کو معتبر قرار دیا ہے اور اس حوالے سے چشم پوشی سے کام لیا ہے: مگر اسی شرط کے ساتھ کہ اس کے ضعیف ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ اگر اس پر عمل کو ضروری سمجھ لیا گیا تو پھر اس کا ترک ہی اولیٰ ہے۔□□

بقیہ— منظر پس منظر

ہی نہیں دی بلکہ عملی طور پر اپنی لخت جگر اور چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ کا نکاح بھی اسی سادگی کے ساتھ کیا کہ جس میں فضول رسمیات کی جھلک بھی نظر نہیں آتی۔

ہندستانی مسلمانوں کی دوسری برائی دورِ جاہلیت کی طرح رنگ ونسل، حسب ونسب، دولت ووجاہت اور اعلیٰ ادنیٰ کا فرق ہے، حالانکہ اسلام نے اس فرق کو ختم کرکے حسن عمل اور اخلاق و کردار کو عزت واحترام کا معیار قرار دیا تھا، احترام آدمیت کے اسلامی سبق کے باوجود ہندستانی مسلمانوں نے اپنے پیروں میں طرح طرح کی بیڑیاں ڈال کر خود کو سمیٹ لیا ہے، اسلام نے انھیں فضول خرچی اور لہوولعب سے روکا تو وہ اسی میں زیادہ گرفتار ہوگئے ہیں، نماز میں تو تمام مسلمان ایک ہی صف میں کھڑے ہوجاتے ہیں لیکن مسجد سے نکلنے کے بعد وہ ذات برادریوں میں تقسیم ہوجاتے ہیں۔ یہی وہ معاشرتی برائیاں ہیں جو گھن کی طرح آج مسلم قوم کو کھائے جارہی ہیں حالانکہ ان کی نشاندہی اور اصلاح کے لیے دردمند عالم دین برابر تلقین فرمارہے ہیں۔□□

بقیہ: —— تجزیہ

کرنے کے لیے درست پالیسیوں پر عمل کیا جائے تو ہمارے شہر روزگار پیدا کرنے کا گڑھ بن سکتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں نوجوانوں کی ضروریات کو براہِ راست سننے کے لیے افسران، اراکین پارلیمنٹ اور ایم ایل ایز کی گول میز میٹنگ کے ساتھ شہری بے روزگاری پر قومی مکالمے کی طرف بڑھنا چاہیے۔ اس بات کو یقینی بنانے کے لیے کہ ہندستان کا آبادیاتی منافع (ڈیموگریفک ڈیویڈنڈ) ڈیموگرافک ڈیزاسٹر (آبادیاتی بربادی) میں تبدیل نہ ہو۔ ہمیں روزگار کی تخلیق اور لیبر مارکیٹ کے لیے نوجوانوں کی مہارت کی ترقی کے چیلنجز سے نمٹنے کی ضرورت ہے۔ اب محض بیان بازی اور لفاظی سے کام نہیں چلے گا۔□□

بقیہ: —— گاھے گاھے باز خواں...

بہرحال خفیہ ایجنسیوں کی تفتیش کے کیا نتائج سامنے آتے ہیں اور وہ ان بم دھماکوں کا ذمہ دار کسے قرار دیتی ہیں یہ تو ابھی کچھ دن بعد ہی معلوم ہوگا مگر یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے صبر وتحمل کا بھرپور اور مثالی مظاہرہ کرکے نہ صرف شدت پسند عناصر کی سازشوں کو ناکام بنادیا ہے بلکہ راجدھانی میں امن وامان کے قیام کے لیے بھی ایک تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جسے آنے والا مؤرّخ سنہرے حرفوں میں لکھے بغیر نہ رہ سکے گا۔ دہلی کے مسلمانوں نے یہ ثابت کر دِکھایا ہے کہ وہ ان دھماکوں سے متاثر ہوکر مشتعل ہونے والے نہیں ہیں۔ قومی اتحاد، بھائی چارہ اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی انھیں کل بھی عزیز تھی، آج بھی عزیز ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی عزیز رہے گی۔

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

گرمی اور چربی نکالنے کی بات کرنے والے لوگ کبھی سماج کا بھلا نہیں کرسکتے: پرینکا گاندھی

کانگریس کی یوپی انچارج پرینکا گاندھی نے اسمبلی انتخابات میں اپنے روڈشو کے دوران عوام سے اپیل کی ہے کہ وہ کانگریس پارٹی کو زیادہ سے زیادہ ووٹ دے کر کامیاب بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں محض کانگریس ہی وہ واحد جماعت ہے جو صوبہ اور ملک کو ترقی، روزگار، مہنگائی سے آزادی، خواتین کو مکمل حفاظت اور ترقی کی راہ پر لے جانے کا کام کرے گی۔ پرینکا گاندھی نے کہا کہ جو لوگ چربی نکالنے اور گرمی بھگانے جیسی غیرمہذب زبان عوامی جلسوں میں کررہے ہیں، ان کی تہذیب کا اندازہ ان کی اس طرح کی زبان سے آسانی لگایا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ عوام اب سب سمجھ چکے ہیں اور وہ اب امن وسکون روزگار اور ترقی کے متلاشی ہیں اور سکون سے خوشحال زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جو لوگ ذات، مذہب اور قبائلی بنیاد پر سماج کو تقسیم کرکے اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں وہ سماج اور ملک کے سخت ترین دشمن ہیں اور سماج کو چاہیئے کہ وہ ان سے دور رہے اور ان کے بہکاوے میں نہ آئیں۔ انہوں نے لوگوں سے سوال کیا کہ سماج کو تقسیم کرنے کے بعد کیا ملک کی ترقی ممکن ہے؟ سوال کے جواب میں ان کے گرد جمع بھیڑ نے انکار کرتے ہوئے جواب دیا کہ ایسا قطعی ممکن نہیں ہے۔ اس دوران ان کے آس پاس لڑکی ہوں لڑسکتی ہوں، پرینکا نہیں آندھی ہے دوسری اندرا گاندھی ہے، کے نعرے بلند ہوتے رہے۔ پرینکا گاندھی کے روڈشو کے دوران سامنے سے آرہے بی جے پی کارکنان کے جلوس میں موجود کچھ نوجوانوں نے مودی، یوگی کے نعرے لگانا شروع کردیئے، پرینکا گاندھی نے ان نوجوانوں کو اشارے سے پاس بلاکر انہیں کانگریس پارٹی کا انتخابی منشور دیتے ہوئے کہا کہ اس کو پڑھ کر فیصلہ کرنا کہ آج کے نوجوانوں کے لئے کیا اور کون ضروری ہے۔ پرینکا گاندھی نے روڈشو کے دوران ایک جگہ اپنی گاڑی کو روک کر معمر خواتین کی جانب متوجہ ہوتے ہوئے کہا کہ کیا وہ موجودہ سیاست سے خوش ہیں کہ جواب میں معمر خواتین سے جواب ملا کہ اندرا گاندھی والا دور آنا چاہئے اب نئے نیتاؤں اور روز روز کی مہنگائی سے بے چینی اور گھٹن ہونے لگی ہے، سکون کی جگہ اب خوف نے لے لی ہے۔

بقیہ— بارڈر سیکورٹی....

سینٹی میٹر جو مزید ۵ سینٹی میٹر پھولتا ہو اور وزن اونچائی کے مطابق۔ خواتین کے لیے اونچائی ۱۵۵ سینٹی میٹر اور وزن اونچائی کے مطابق۔ ☆ بینائی اچھی ہو، نزدیک کے لیے این۶ سے این ۹ اور دور کے لیے۶/۶ سے ۹/۴۔ **بھرتی کا طریقۂ کار**: پہلا مرحلہ: فزیکل اسٹینڈرڈ ٹیسٹ (پی ایس ٹی) اور فزیکل ایفشینسی ٹیسٹ (پی ای ٹی)

(۱) سب سے پہلے امیدواروں کی اونچائی، وزن اور سینہ (مرد امیدوار) کی جانچ ہوگی۔ ناکام امیدوار واپس کردیئے جائیں گے۔ (۲) اہل امیدواروں کو ۲۴ منٹ میں ۵ کلومیٹر دوڑنا ہوگا، خواتین اہل امیدواروں کو ۸٫۵ منٹ میں ۱٫۶ کلومیٹر دوڑنا ہوگا۔ (۳) پی ای ٹی میں کوالیفائی ہونے والے امیدواروں کو شناخت کے لیے بایومیٹرک ٹیسٹ کرانا ہوگا۔ (۴) کوالیفائی امیدواروں کو اگلے مرحلے پر جانے سے پہلے اسناد کی تصدیق کروانی ہوگی۔ یہ ذمہ داری بورڈ آف آفیسرس کی ہوگی۔ (۵) ٹریڈ ٹیسٹ: ایک امیدوار کو صرف ایک ٹریڈ ٹیسٹ میں شرکت کی اجازت ہوگی۔ اس کے کوئی نمبر نہیں ہوں گے مگر اسے کوالیفائی کرنا لازمی ہے۔ یہ ٹیسٹ آسان ہوتے ہیں۔ جن ٹریڈ کے ٹیسٹ ہوں گے وہ یہ ہیں: کوبلر، ٹیلر، کک، پانی لے جانے والا، واشرمین، باربر، سوپر، کارپینٹر، پینٹر، الیکٹریشن، ڈرافٹسمین، ویٹر، مالی۔

دوسرا مرحلہ: تحریری امتحان (۱۰۰ مارکس):

☆ پہلے مرحلے میں یعنی پی ایس ٹی، پی ای ٹی، اسناد کی جانچ میں کوالیفائی ہوچکے امیدواروں کو ۱۰۰ مارکس کے تحریری امتحان میں شرکت کرنی ہوگی۔ اس کی اطلاع امیدواروں کو ای میل اور ایس ایم ایس کے ذریعہ دی جائے گی۔ ☆ تحریری امتحان میں جنرل، ای ڈبلیو ایس امیدواروں کو کم از کم ۳۵ فیصد مارکس جبکہ ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی امیدوارں کو کم از کم ۳۳ فیصد مارکس حاصل کرنے ہوں گے۔ ہر سوال کا ایک مارک ہوگا۔ ۱۰۰ سوالات ہوں گے، دیئے گئے جوابات میں سے صحیح جواب کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اسے آبجیکٹیو ٹائپ پرچہ کہا جاتا ہے۔ ☆ سوالیہ پرچہ ہندی اور انگریزی دوزبانوں میں ہوگا۔ پرچہ دوگھنٹہ دورانیہ کا ہوگا اور اس کے ۱۰۰ مارکس ہوں گے۔ ☆ سوالات کی نوعیت (۱) جنرل اویرنیس، جنرل نالج: ۲۵ سوالات (۲) بنیادی میتھس: ۲۵ سوالات (۳) اینالیٹکل اپٹی ٹیوڈ ٹیسٹ: ۲۵ مارکس (۴) انگریزی یا ہندی کی بنیادی نالج: ۲۵ مارکس۔

تیسرا مرحلہ: تحریری امتحان میں کوالیفائی ہونے والے امیدواروں کو ڈیٹیل میڈیکل ایگزامنیشن (ڈی ایم ای) سے گزرنا ہوگا۔ یہ میڈیکل ٹیسٹ بورڈ آف آفیسرس کے ذریعے ہوگا۔ اس میں امیدوار کا فزیکل اینڈ میڈیکل فٹنس ٹیسٹ ہوگا۔

فائنل میرٹ لسٹ: پوسٹ وائز (ٹریڈ) کیٹگری وائز، فائنل میرٹ لسٹ ہر ریاست اور مرکزی علاقہ کے لیے علاحدہ سے جاری کی جائے گی۔ کوئی ویٹنگ لسٹ نہیں ہوگی۔ یہ فہرست ویب سائٹ https://rectt.bsf.gov.in پر جاری کی جائے گی۔

تنخواہ کا اسکیل: پے لیول میٹرک ۳ پر تنخواہ کا اسکیل ۲۱ ہزار ۷۰۰ روپے سے ۶۹ ہزار ۱۰۰ روپے کے درمیان ہوگا۔ (ساتویں پے کمیشن کے مطابق) یعنی کانسٹبل (ٹریڈس) کی ابتدائی تنخواہ ۵۰ ہزار روپے ہوگی۔ مرکزی حکومت کے ملازمین کو ملنے والی تمام سہولتیں، مراعات اور الاؤنس حاصل ہوں گے، جس میں مفت راشن، میڈیکل سہولتیں اور مفت رہائش، چھٹیوں میں مفت واپسی کا ٹکٹ شامل ہے۔

درخواست کیسے دیں؟ سب سے پہلے بی ایس ایف کی ویب سائٹ پر جائیں۔ اب ۲۷۸۸ کانسٹبل برائے مختلف ٹریڈس نوٹیفکیشن دیکھیں۔ ریاستی سطح پر اور ٹریڈ وائز اسامیوں کی معلومات کے لیے اینڈیکس 'اے' اور اینڈیکس 'بی' کا مطالعہ کریں۔ آن لائن درخواست فارم پر کرنے اور مکمل تفصیلات کے لیے بارڈر سیکورٹی فورس (بی ایس ایف) کی درج ذیل ویب سائٹ پر جائیں: https://rectt.bsf.gov.in۔ دی گئی ہدایات کے مطابق آن لائن درخواست فارم پر کریں۔ امتحان فیس ادا کریں اور درخواست فارم سبمٹ کریں اور پرنٹ آؤٹ محفوظ رکھیں۔ اپنا موبائل نمبر اور ای میل آئی ڈی درج کریں تاکہ ساری خط وکتابت بروقت آپ تک پہنچ سکے۔ آن لائن درخواست کی آخری تاریخ: یکم مارچ ۲۰۲۲ء ہے۔□□

بقیہ— اقتدار پانے اور....

مہنگائی بھتہ سے منہ بھرائی کرتی رہی ہیں لیکن جو پنشن دی جاتی تھی اس کو کسی سرار نے بحال نہیں کیا۔ بی جے پی مخالف جماعتوں کا الزام ہے کہ بی جے پی نے سرکاری ملازمتیں دینے کی بجائے آؤٹ سورسنگ سسٹم کو نافذ کرکے پسماندہ طبقات اور دلت طبقات کے ریزرویشن کوٹہ پر بھی چھری چلائی اور اس کے ذریعہ کوٹہ سسٹم کو نقصان پہنچایا ہے۔ آؤٹ سورسنگ کے ذریعہ ملازمتوں کا دائرہ اسکول کالج اور سرکاری اسپتالوں تک وسیع ہے، یہاں کسی کو مستقل ملازمت نہیں دی جاتی، کبھی بھی کسی وقت بھی کام سے ہٹائے جانے کی تلوار سروں پر لٹکی رہتی ہے۔ شاید اس سب کو سامنے رکھتے ہوئے ہی عین موقع پر سماجوادی پارٹی نے پنشن بحالی کی گیند کو ہوا میں اُچھال دیا ہے۔ دوسرا ایشو جو بی جے پی کے دھرم یدھ کے رتھ کا روڑہ بن سکتا ہے وہ ہے نوجوانوں کا وہ طبقہ جو یوپی کے کل ووٹروں کا ۲۵ فیصد ہے جس کی اکثریت بے روزگار ہے اور جو پارٹیوں کے سروں پر اقتدار کا تاج رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ وہ چاہے ۲۰۰۷ء میں بی ایس پی رہی ہو جو ۴۰۳ سیٹوں میں سے ۲۰۶ سیٹیں جیت کر مکمل اکثریت کے ساتھ اقتدار پر قابض ہوئی تھی، سماجوادی پارٹی جس کو ۲۰۱۲ء میں ۲۲۴ سیٹیں ملی تھیں، یا بی جے پی جس نے ۲۰۱۷ء میں ۳۱۲ سیٹیں لے کر گزشتہ ریکارڈ توڑ دیئے تھے، اسی لیے کانگریس نے انتخابات میں نوجوانوں کی اہمیت سمجھتے ہوئے جہاں بیس لاکھ نوجوانوں کو روزگار دینے کا وعدہ کیا ہے اور 'بھرتی ودھان چناوی گھوشنا پتر' کے نام سے منشور جاری کیا ہے اس کے تحت ہنر کو فروغ دینے، اسکل سینٹر کے کلسٹر قائم کرنے کے ساتھ بے روزگار نوجوانوں کو روزگار دیئے جانے کا وعدہ شامل ہے۔ علاوہ ازیں پرینکا گاندھی واڈرا کا تازہ بیان کہ اگر سماجوادی پارٹی کی سیٹیں کم ہوئیں تو کانگریس حمایت کرے گی اور حکومت سازی میں مدد دے گی، یہ بیان موجودہ سیاسی تناظر میں کافی اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن یہ بات سماجوادی پارٹی اور لوک دل کو نہیں بھولنی چاہیے کہ سرکار سازی میں بی ایس پی سپریمو مایاوتی بی جے پی کو سہارا دے سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں سنگھ پریوار اور بی جے پی بھی آسانی سے یوپی کے قلعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیں گے۔ بی جے پی کو کمزور مان لینا ان پارٹیوں کے لیے خوش فہمی بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ بی جے پی انتخابات کے اعلانات سے پہلے زمینی سطح پر سرگرم رہتی ہے اور تنظیمی ڈھانچہ کے لحاظ سے بھی اس کو غیر بی جے پی پارٹیوں پر سبقت حاصل ہے جو الیکشن جیتنے کی کلید ہے۔ سرکار بھی ابھی اس کی ہے، ایک خدشہ کا اظہار تو خود جینت چودھری اپنے انٹرویوز میں کررہے ہیں، وہ ہے پوسٹل بیلٹ پیپر کا ہتھیار جس کا کاری زخم ۲۰۱۹ء کے پارلیمانی انتخابات میں آنجہانی چودھری اجیت سنگھ کو لگ چکا ہے۔ جیتی ہوئی سیٹ اجیت سنگھ کے ہاتھ سے پھسل گئی تھی۔

دوسرا خدشہ الیکشن کمیشن کی نئی حکمت عملی سے ہے، وہ ہے معذوروں اور ۸۰ سال سے اوپر کے ضعیف ووٹروں سے ان کے گھر جاکر انتخابی ٹیموں کی نگرانی میں پوسٹل بیلٹ پیپر سے ان کا ووٹ پول کرانا جس کو لے کر بی جے پی مخالف جماعتوں کو خدشہ ہے کہ سنگھ پریوار اس کے لیے ایسے پریذائڈنگ افسروں پر ڈورے ڈال سکتا ہے جو گھر جاکر کمل پر مہر لگوانے میں مدد کرسکتے ہیں جس سے پھر سے یوپی میں بی جے پی کا کمل کھل سکتا ہے، یہ حقیقت ہے یا افسانہ، کچھ نہیں کہا جاسکتا لیکن یہ طے ہے کہ بی جے پی ہر حربہ استعمال کرے گی۔ یوپی کا ۲۰۲۲ء کا انتخاب بی جے پی کے لیے ہی اہم نہیں سماجوادی پارٹی کے اکھلیش یادو اور لوک دل کے جینت چودھری کے لیے بھی کافی اہم ہے۔ یہ انتخاب دونوں لیڈروں کے سیاسی مستقبل کو بھی طے کرے گا اور ۲۰۲۴ء میں کون دہلی کا گدی نشین ہوگا اس کا بھی فیصلہ کرے گا۔□□

دہلی فساد کی جوڈیشل انکوائری سے متعلق جمعیۃ علماء ہند کی عرضی کو دہلی ہائی کورٹ نے معقول قرار دیا

اگلی سماعت ۱۶؍فروری کو۔فسادات سے متعلق چند ایسے پہلو ہیں جن کی انکوائری انصاف کے پروسیس کیلئے ضروری ہے: نیاز احمد فاروقی

نئی دہلی ۸؍فروری ۲۰۲۲ء: شمال مشرقی دہلی میں ہوئے فرقہ وارانہ فسادات کے دو سال مکمل ہونے والے ہیں، لیکن اس کے باوجود فساد برپا کرنے والوں اور اس کے پس پشت کارفرما طاقتوں کا چہرہ بے نقاب نہیں ہو پایا ہے، پولیس اور عوامی تحقیق کاروں کی آراء لگاتار الگ الگ رخ پر ہیں، آج دہلی ہائی کورٹ میں اس سلسلے کی ایک جمعیۃ علماء ہند کی عرضی پر اہم سماعت ہوئی، جس میں جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود مدنی کی طرف سے درخواست کی گئی ہے کہ پورے فساد کی انکوائری کے لیے عدالت کی نگرانی میں ایس آئی ٹی تشکیل دی جائے اور دہلی پولس کو ہدایت دی جائے کہ وہ سی سی ٹی وی فوٹیج کی حفاظت کرے۔

دہلی جیسے انتہائی حساس شہر میں اس طرح کا واقعہ کسی بھی طرح غیر منظم طور سے یا اچانک ابلنے والے جذبات کی بنیاد پر رونما نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کے پیچھے منظم طریقے سے تیاری کی گئی تھی، اس لیے یہ ضروری ہے کہ اس سانحہ کی تہہ تک پہنچا جائے اور اصل مجرموں کو بے نقاب کیا جائے۔

عدالت میں دہلی پولس کی طرف سے سالیسٹر جنرل امن لیکھی نے نمائندگی کی، جبکہ جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے ایڈوکیٹ شریمتی جون چودھری اور ایڈوکیٹ محمد طیب خاں پیش ہوئے۔ عدالت نے جمعیۃ علماء ہند کی درخواست کو ویلڈ (معقول) قرار دیا اور کہا کہ اس سلسلے میں ۱۶؍فروری کو سماعت ہوگی۔

واضح ہو کہ جمعیۃ علماء ہند دہلی ہائی کورٹ میں دو عرضیاں داخل کر رکھی ہیں جو دو سالوں سے زیر التوا ہیں، اس کے علاوہ عدالت میں آج مزید چار عرضیوں پر بھی سماعت ہوئی۔ جمعیۃ علماء ہند اس کے علاوہ مختلف عدالتوں میں فساد کے بعد گرفتار بے قصور لوگوں کے مقدمات بھی لڑ رہی ہے

اس تناظر میں آج دہلی فساد سے قانونی پیروی کے نگراں اور جمعیۃ علماء ہند کے سکریٹری ایڈوکیٹ نیاز احمد فاروقی نے کہا کہ آج سبھی لوگوں کا احساس ہے کہ دہلی فساد میں چند ایسے پہلو ہیں جن کی انکوائری ضروری ہے اور جن کے بغیر انصاف کا پروسیس آگے نہیں بڑھ پا رہا ہے۔ اس لیے ٹھوس اور جامع انکوائری نہایت اہم ہے۔

کرناٹک کی بہادر طالبہ کو جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے مبلغ پانچ لاکھ کا انعام

صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود مدنی کی طرف سے اس کے عظیم حوصلے کو سلام

نئی دہلی ۸؍فروری ۲۰۲۲ء: اپنے آئینی و دینی حق کے لیے باد مخالف کی تند و تیز ہوا کے سامنے ڈٹ کر پورے حوصلے سے مقابلہ کرنے والی مہاتما گاندھی میموریل کالج اوڈوپی کی بہادر طالبہ بی بی مسکان خاں ولد محمد حسین خاں ضلع منڈیا کرناٹک کو صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود اسعد مدنی نے اپنی طرف سے اور جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے پرخلوص مبارک باد دی ہے اور اس کے روشن مستقبل کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔انھوں نے اس موقع پر جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے اس بہادر بیٹی کو بطور حوصلہ افزائی مبلغ پانچ لاکھ روپے نقد انعام دینے کا اعلان کیا ہے۔بی کام کی اس طالبہ نے اپنے حوصلے سے یہ پیغام دیا ہے کہ انصاف اور سچائی کو کوئی طاقت جھکا نہیں سکتی، ساتھ ہی ملک کی بیٹیوں کو اپنے حق کے لیے لڑنے کا حوصلہ بھی دیا ہے اور ایمان کی حفاظت کی تعلیم دی ہے۔اس موقع پر جنرل سکریٹری جمعیۃ علماء ہند مولانا حکیم الدین قاسمی نے اس بہادر بیٹی کے اہل خانہ سے بات چیت کر کے صورت حال سے واقفیت حاصل کی اور یقین دلایا کہ جمعیۃ علماء ہند ان کے ساتھ کھڑی ہے۔

کرناٹک میں حجاب تنازعہ بی جے پی کے سیاسی ایجنڈے کا حصہ

فرقہ پرست دہشت گردی کے مظاہرے: مولانا حافظ پیر شبیر احمد کا بیان

حیدرآباد، ۸؍فروری: صدر کل ہند جمعیۃ علماء تلنگانہ و آندھرا پردیش مولانا حافظ پیر شبیر احمد نے کرناٹک میں حجاب کے مسئلہ پر حکومت کے سخت گیر رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہونے کا بھی اسے اعزاز حاصل ہے۔ یہاں ایک ہی مذہب اور ایک ہی تہذیب کے ماننے والے نہیں ہیں بلکہ درجنوں مذاہب کے ماننے والے اور سینکڑوں قسم کی تہذیبوں کے علمبردار پائے جاتے ہیں، لیکن افسوس کی بات ہے کہ سنگھ پریوار کی جانب سے صرف یک رنگی پیدا کرنے اور ایک ہی مذہب اور ایک ہی تہذیب کو رائج کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں جو اس ملک کے مفاد میں ہرگز نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ کرناٹک میں حجاب کا جو تنازعہ پیدا کیا گیا ہے وہ ہائی کورٹ میں زیر غور ہے اس لئے وہ اس موضوع پر کچھ کہنے سے گریز کریں گے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اقتدار کے نشہ میں دُھت ہندوتواوادی قوتیں عدالت کا احترام کئے بغیر ہی اس کو ریاست اور ملک کا سب سے سنگین مسئلہ بنانے کی کوششیں کر رہی ہیں۔ حجاب کے جواب میں گیروا پٹکا گلے میں ڈالے نوجوانوں کی ٹولیاں کالجوں کے احاطوں میں گھوم رہی ہیں۔ سوشل میڈیا پر جو ویڈیو آرہے ہیں انہیں دیکھ کر سخت فکر و تشویش ہو رہی ہے اور ذہن میں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ یہ ملک آخر کدھر کو جارہا ہے۔ ایک کالج میں ایک اکیلی برقعہ پوش لڑکی کو دیکھ کر سینکڑوں نوجوان جو گلے میں گیروا پٹکا ڈالے ہوئے تھے اس پر نعرے لگاتے ہوئے ٹوٹ پڑتے ہیں اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ لوگ اس پر حملہ کر دیں گے۔ یہ کھلی دہشت گردی ہے جو نہ ریاستی حکومت کو نظر آتی ہے اور نہ ہی مرکزی حکومت کو۔ گزشتہ کئی دنوں سے یہ تنازعہ چل رہا ہے لیکن آر ایس ایس اور اس کے سربراہ شری بھاگوت نے اس تعلق سے کچھ نہیں کہا ہے۔ کرناٹک میں ۲۰۲۳ء میں اسمبلی چناؤ مقرر ہیں اور بی جے پی اپنی ناکامیوں کی پردہ پوشی کرتے ہوئے ریاست میں فرقہ پرستی کا زہر گھول رہی ہے تاکہ ہندو ووٹ کو متحد کرتے ہوئے پھر سے اقتدار پر قبضہ حاصل کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ جاریہ تنازعہ صرف ۲۰۲۳ء کے چناؤ کو سامنے رکھ کر پیدا کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں مسلمانوں کو سماج کے دوسرے طبقات کو ساتھ لے کر مشترکہ حکمت عملی بنانی چاہئے۔ دلت طبقات اور لنگایت فرقہ کے لوگ خود کو ہندو نہیں کہتے۔ ایسے عناصر کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت ہے۔

جامعہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین کے شیخ الحدیث کے انتقال پر جمعیۃ علماء ہند کا تعزیتی پیغام

نئی دہلی ۸؍فروری ۲۰۲۲ء: صدر جمعیۃ علماء ہند مولانا محمود اسعد مدنی اور جنرل سکریٹری مولانا محمد حکیم الدین قاسمی نے اپنے تعزیتی پیغام میں جامعہ کاشف العلوم مرکز نظام الدین کے شیخ الحدیث مولانا الیاس صاحب بارہ بنکوی کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا ہے۔آپ نے علمی و تحقیقی میدان میں قابل ذکر خدمات انجام دی ہیں اور جماعت تبلیغ کے منہج پر طلبہ کی تربیت میں اپنے حصے کا کردار ادا کیا ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کی طرف سے مولانا مرحوم کے اہل خانہ، جملہ پسماندگان اور متعلقین کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش ہے، اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام مرحمت فرمائے (آمین)۔

جمعیۃ علماء نیپال کی جانب سے تمام ہندستانیوں کو ۲۶؍جنوری کی پرخلوص مبارکباد

جناب انوار الحق قاسمی، ناظم نشر واشاعت جمعیۃ علماء ضلع روتہٹ نیپال نے کہا ہے کہ ہندوستان جسے آج ہم آزاد دیکھ رہے ہیں۔ یہ یوں ہی آزاد نہیں ہوا ہے؛ بلکہ اس کی آزادی کے حصول میں دو صدیاں گزر گئی ہیں۔ ۱۷۵۷ء میں سراج الدولہ نے حصول آزادی کے لیے جو مشعل روشن کی، وہ یکے بعد دیگرے وقت کے عظیم ہستیوں کے ہاتھوں روشن ہوتی رہیں، جن میں چند نمایاں اسماء یہ ہیں: ٹیپو سلطان، حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت سید احمد شہید، حضرت شاہ اسماعیل شہید، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت شیخ الہند رحمہم اللہ۔ الغرض ہندوستان کی آزادی کے لیے ہندوستان کے اکابر علماء نے ناقابل فراموش قربانیاں پیش کیں، جن کے طفیل ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کی نصف رات ہندوستان انگریزوں کے ہاتھوں سے آزاد ہوا۔ پھر آزادی کے بعد یہ بات آئی کہ اب ہندوستان میں مطلق العنانیت نہیں چلے گی چنانچہ اس وقت کے سیاست میں بصیرت رکھنے والے لوگوں نے ملک کے لیے آئین وقانون بنایا، جسے ۲۶؍جنوری ۱۹۵۰ء کو نافذ کیا گیا۔ تو اس لحاظ سے ہندوستانیوں کے لیے سال کے دو دن ۱۵؍اگست اور ۲۶؍جنوری بے شمار اہمیت کے حامل ہیں، جن کی بنا پر تمام ہندوستانی ان دونوں دنوں کو جشن مناتے ہیں، ایک کا نام جشن یوم آزادی ہے اور دوسرے کا نام جشن یوم جمہوریہ ہے۔
اس یوم جمہوریہ کے موقع پر صدرِ جمعیۃ علماء نیپال مفتی محمد خالد صدیقی، جنرل سکریٹری مولانا وقاری محمد حنیف عالم قاسمی مدنی، مرکزی ممبر جمعیۃ علماء نیپال مولانا محمد عزرائیل مظاہری، خازن جمعیۃ انجینئر محمد عبدالجبار، نائب صدر جمعیۃ علماء ضلع روتہٹ مولانا محمد جواد عالم مظاہری اور ناچیز انوار الحق قاسمی (ناظم نشر و اشاعت جمعیۃ علماء ضلع روتہٹ نیپال) نے تمام ہندوستانیوں کو پرخلوص مبارکباد پیش کیا اور تمام ہندوستانیوں کے لیے دعا ہے کہ باری تعالیٰ اس یوم جمہوریہ کے موقع سے تمام ہندو مسلم کو باہمی اخوت ومحبت کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

بلی بائی ایپ

مکرمی! عورتوں کو بے عزت کرنے کی جو مہم بعض بے شرم اور بے غیرت لوگوں نے شروع کر رکھی ہے اس نے ایک بار پھر 'بلی بائی ایپ' کے نام سے اپنے ہاتھ پاؤں پھیلانے شروع کیے ہیں۔ چھ ماہ قبل 'سلی ڈیلس' کے نام سے ایک ایپ نے عورتوں کو بے عزت کرنے کا کام شروع کیا تھا جس پر مہذب سماج نے کافی احتجاج درج کرایا تھا اور وہ ایپ بلاک کر دیا گیا تھا۔ایک سال کے بعد 'بلی بائی' کے نام سے نیا ایپ شرارت پسندوں نے لانچ کیا ہے جس میں صرف مسلم خواتین کو جو سماج میں باوقار حیثیت کی حامل ہیں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ایپ کھولنے پر کسی مسلم عورت کی تصویر 'بلی بائی' کے نام سے سامنے آتی ہے اور اس کی قیمت لگانے کو کہا جاتا ہے یعنی ایک طرح سے عورتوں کی بولی لگائی جاتی ہے، اس پر بھدے اور غلط قسم کے تبصرے ڈالے جاتے ہیں۔سو سے زائد ایسی تصویریں اس ایپ پر لوڈ ہیں جس سے مسلم خواتین کو بے عزت کرنے کا کام لیا جارہا ہے۔

اس ایپ نے سائبر کرائم کو بھی اپنی طرف متوجہ کر دیا ہے۔وزیر اطلاعات ونشریات اشونی وشنو نے اس ایپ کو بلاک کرنے کے بجائے اس کے صارفین کو بلاک کرنے کی بات کہی ہے۔ یہ جڑ کو محفوظ رکھ کر پھنگی کو کاٹنے جیسی بات ہے۔اس ایپ کو ہی بلاک کر دینا چاہیے تاکہ نہ رہے باس نہ بجے بانسری۔

یہ ہمت ایپ بنانے والوں میں اس لیے آئی کہ 'سلی ڈیلس' میں گذشتہ جولائی میں جو معاملے درج ہوئے تھے اس پر دہلی اور یوپی پولیس نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ 'بلی بائی' پر مہیلا آیوگ کے تنبیہ کرنے پر دہلی پولیس نے کام شروع کر دیا ہے۔ممبئی سائبر پولیس نے بلی بائی متنازعہ ایپ کے اصل دماغ اٹھارہ سال کی شویتا سنگھ کو اتراکھنڈ کے رودر پور سے گرفتار کر لیا ہے۔ایک اور شخص کی گرفتاری بنگلور سے عمل میں آئی ہے، اس کا نام وشال کمار جھا ہے اور وہ انجینئرنگ کا طالب علم ہے جو اصلاً بہار کا رہنے والا ہے۔اس معاملے میں ایک بندے کی گرفتاری آسام سے ہوئی۔اس طرح اس معاملہ میں شامل پانچ میں سے تین پولیس کی گرفت میں آچکے ہیں 'بلی بائی' ایپ کو متحرک رکھنے کے لیے تین فرضی اکاؤنٹ کا استعمال کیا جارہا تھا۔ ان میں سے ایک اکاؤنٹ سکھوں کے خالصہ کے نام سے بنایا گیا تھا۔'بلی بائی' معاملہ کو مسلم خواتین کو نفسیاتی طور پر کمزور کرنے اور ان کی سرگرمیوں کو ختم کرنے کے طور پر دیکھا جارہا ہے تاکہ وہ حکومت کے خلاف کوئی بات سوشل میڈیا پر نہ رکھ سکیں اور سیاست میں اپنی حصہ داری ادا کرنے سے دور رہیں۔اس ایپ کا اثر دیکھنے میں آنے لگا ہے۔کئی درجن مسلم خواتین نے اس واقعہ کے بعد اپنا اکاؤنٹ ختم کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور انھوں نے سوشل میڈیا سے ترک تعلق کر لیا ہے۔ یہ معاملہ ایک شخص کا نہیں پوری جماعت کا ہے۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ پولیس کو اس گینگ کا قلع قمع کرنا چاہیے اور ایسی سزا دینی چاہیے کہ آئندہ کوئی اس قسم کی فحش حرکت کرنے کی ہمت نہ جٹا پائے، تبھی ان عورتوں کے ساتھ انصاف ہو پائے گا۔

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی
نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ

شادی کی عمر میں اضافہ کیوں

مکرمی! ہندستان میں لڑکیوں کے لیے شادی کی عمر اٹھارہ سال ہے جسے اب بڑھا کر ۲۱ سال کر دیا گیا ہے۔ وجہ بتائی جارہی ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم، شادی کی وجہ سے رک جاتی ہے۔ اس بات میں دو رائے نہیں ہے کہ لڑکیاں تعلیم میں آگے ہیں مگر جو لڑکیاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتی ہیں وہ اٹھارہ سال کی عمر میں شادی نہیں کرتیں، وہ اپنی قابلیت سے ڈگری حاصل کر کے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر شادی کرتی ہیں مگر جو والدین بیٹیوں کی شادی کا فرض ادا کرنے کے فکرمند ہو رہے ہیں اور اٹھارہ سال کی عمر میں اچھا رشتہ آجاتا ہے تو بیٹی کے ہاتھ پیلے کر دیتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو والدین اٹھارہ سال کی عمر میں بیٹی کی منگنی کر چکے ہیں اس سال شادی کرنے کی تاریخ طے ہو چکی ہے، شادی ہال بک ہو چکے ہیں، ان کا کوئی حل نکالا جائے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ لڑکیاں اٹھارہ سال کی عمر میں ووٹ ڈال کر حکومت بنا سکتی ہیں تو کیا اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے شوہر کو نہیں سنبھال سکتیں۔

عاطف شمیم انصاری
ٹینک پکھاڑی روڈ، مومن پورہ، ممبئی-۱۱

یوپی الیکشن ہندوستان کا مستقبل

آنے والے کچھ دنوں میں یوپی میں الیکشن ہونے جارہے ہیں اور سیاست کا بازار گرم ہے ہیں اور رشوت کا بازار بھی گرم ہے ایسے وقت میں دیکھنا ہے کہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہے میں کیسے امیدوار چننے ہے ہم اپنا اور اپنے بچوں کا مستقبل کس کے ہاتھ میں سونپے اور ہم کس کو اپنا لیڈر بنائے جنگ آزادی میں سب سے زیادہ قربانیاں مسلمانوں نے دی اور مسلمانوں میں بھی علمائے دیوبند نے ہندوستان کو انگریزوں کے چنگل سے آزاد کرایا مسلمان آزادی دلا کر دوسرے کاموں میں لگ گئے اور سیاست کی طرف کوئی توجہ نہ دی انگلستان کو گاندھی اور نہرو کے ہاتھ میں سونپ دیا آزادی کے بعد ستر سالوں تک مسلمانوں نے کس پارٹی کا ساتھ دیا اور کس پارٹی کے لیے کام کیا۔اور اس پارٹی نے مسلمانوں کو کیا دیا؟ بابری مسجد کو اسی پارٹی کے اقتدار میں شہید کیا گیا۔اس پارٹی نے مسلمانوں کو صرف ووٹ بینک کے طور پر استعمال کیا اور جب تک مسلمانوں کی ضرورت تھی ان کو ساتھ رکھا اور جب ضرورت ختم ہوگئی گویا کسی پیپر کی طرح انہیں استعمال کر کے پھینک دیا جس طرح مسلمان آپس میں ہی مسلک کے اعتبار سے بٹ گئے اسی طرح سیاست کے اعتبار سے بھی بٹ گئے مسلمانوں نے کبھی بھی خود کی پارٹی بنانے کا نہیں سوچھی۔صرف کرائے کے گھر میں رہنا چاہا۔

ہر نئے الیکشن کے ساتھ ایک نیا جھوٹ اور نیا وعدہ سامنے آتا ہے، کیا اس طرح کے جھوٹے وعدوں سے سماج کی خوشحالی ہوسکتی ہے کیا اس طرح سے ہندوستان ترقی کر سکتا ہے؟ اور جو مسلمان جس کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر کروڑ دیتے ہیں وہی لوگ بی جے پی میں شامل ہو جاتے ہیں اور بی جے پی کو اقتدار میں لانے کا ذریعہ مسلمانوں کے ووٹ بن جاتے ہیں۔

سید عبدالرحیم، کیرالہ

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 4 February 2022
Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi
R.N.I. 38985/82

منظر پس منظر — م-ع-ج-

• جمہوری نظام کا تحفظ ضروری • خوف زدہ کرنے کی منصوبہ بندی

• معاشرتی برائیاں - علاج کیا ہے؟

جمہوری نظام کا تحفظ ضروری

جمہوریت میں اقتدارِ اعلیٰ عوام کے ہاتھوں میں ہوتا ہے اور ان کو وسیع تر اختیارات حاصل ہوتے ہیں، لیکن ان اختیارات کے ساتھ ساتھ ذمہ داریوں کا بوجھ کافی بڑھ جاتا ہے۔ عام طور سے غلط فہمی یا ناواقفیت کے باعث یہ خیال کیا جاتا ہے کہ عوام کے منتخبہ نمائندے یا سیاسی جماعتیں ہی ان کی رہنما ہوتی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمہوری طرزِ حکومت میں رہنمائی کی ساری ذمہ داری عوام کے سپرد ہوجاتی ہے جو الیکشن کے ذریعہ اپنی رائے کا برملا اظہار کرکے نہ صرف عوامی نمائندگان کو منتخب کرتے ہیں بلکہ خون خرابہ اور درباری سازشوں کے بغیر اقتدار کی منتقلی کا کام بھی بآسانی انجام دے دیتے ہیں۔ لہٰذا الیکشن کو جمہوریت کی مضبوطی اور اس پر اعتماد رکھنے والوں کی کسوٹی بھی کہا جائے تو

جن لوگوں نے الیکشن یا اس کے عمل کو جمہوریت کے استحکام کے بجائے صرف اقتدار حاصل کرنے کا زینہ سمجھ لیا ہے یا جن سیاسی پارٹیوں کی پوری توجہ چناؤ کو تجارت بنانے پر مرکوز ہوکر رہ گئی ہے، آج ہندستان کی جمہوریت کے وہی سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ان کے ذریعہ جمہوریت کی آبیاری کا کام انجام نہیں پارہا بلکہ اس کو نقصان پہنچایا جارہا ہے۔

غلط نہ ہوگا، جس کا ماحول جمہوری ہندستان میں دھیرے دھیرے سرمایہ کی طاقت اور تشدد و لوٹ مار کے عمل دخل سے بگڑتا جارہا ہے اور اس طرح جمہوریت کی صحت کے تمام تر دعوؤں کے باوجود ملک میں جمہوریت کمزور ہورہی ہے۔ جمہوریت ایک واضح اور ٹھوس نظریہ ہے، اس میں نہ کسی قسم کا ابہام ہے اور نہ ہی اس میں کسی اور نظریہ کی ملاوٹ کی گنجائش ہے لیکن بدقسمتی سے اس نظریہ پر اقتدار اور اس کے حصول کی ہوس کا جذبہ حاوی ہوتا جارہا ہے۔ جن لوگوں نے الیکشن یا اس کے عمل کو جمہوریت کے استحکام کے بجائے صرف اقتدار حاصل کرنے کا زینہ سمجھ لیا ہے یا جن سیاسی پارٹیوں کی پوری توجہ چناؤ کو تجارت بنانے پر مرکوز ہوکر رہ گئی ہے، آج ہندستان کی جمہوریت کے وہی سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ان کے ذریعہ جمہوریت کی آبیاری کا کام انجام نہیں پارہا بلکہ اس کو نقصان پہنچایا جارہا ہے اور یہ صرف اس لیے ہورہا ہے کہ موجودہ نظام میں اسمبلی یا پارلیمنٹ کے ممبر کو ہی جمہوری نظام کا محافظ سمجھا جانے لگا ہے اور اس نظام کو انگلیوں پر نچانے کا اختیار بھی ان کو ہی دے دیا گیا ہے جو عوام کے ووٹوں سے چن کر قانون سازاداروں میں جاتے ضرور ہیں مگر عوامی مفاد کو ہی سب سے پہلے فراموش کردیتے ہیں، اگر ہندستان کے عوام کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ ان کی مرضی ومنشا کے بغیر ملک کا کاروبارِ حکومت نہیں چل سکتا یا ایک بار اپنے نمائندوں کو منتخب کرکے واپس بلانے کا اختیار بھی انھیں مل جائے تو دیش کے بیشتر مسائل آج ہی سلجھ سکتے ہیں، ملک سے بدعنوانی، تشدد، فرقہ واریت اور دیگر ناانصافیوں کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ اگر عوامی نمائندوں پر عوام کے احتساب کا خوف غالب آجائے۔ جس طرح ایک غافل اور نااہل حکمراں اقتدار سے محروم ہوجاتا ہے، اسی طرح اگر عوام غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے رہیں تو جمہوریت کی گاڑی ایک دن پٹری سے اتر جاتی ہے لہٰذا ہندستان کے ہر شہری کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نمائندوں پر نظر رکھے، ان کو آزاد نہ چھوڑے بلکہ فرض کی ادائیگی اور وعدوں کو پورا کرنے کے لیے تقاضا کرتا رہے اور ان میں ہرگز یہ احساس نہ پیدا ہونے دے کہ وہ عوام کے رہنما ہیں بلکہ ان کو اس حقیقت سے آشنا کرتا رہے کہ عوام ہی ان کے رہنما ہیں۔

کسی شئے کا صحیح اور بہتر استعمال ہی اس کی کامیابی کی دلیل ہوا کرتا ہے اس لیے جمہوریت کی بقا یا کامیابی اور اس کی خوبیوں سے فائدہ اُٹھانے کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ ہم اپنے نمائندوں کا صحیح اور بہتر مصرف سمجھیں ان کو ہی کام کرنے پر مجبور کریں جو ان کے فرائض میں شامل ہیں اور جن سے ملک اور عوام کو فائدہ پہنچ سکتا ہے، اسی طرح ہم جمہوریت کی آبیاری اور ملک وقوم کی ترقی کا کام انجام دے سکتے ہیں لہٰذا آزادی کے ۷۵ سال پورے ہونے کے اس سال کے دوران ہندستانی عوام کو اس بات کا عہد کرنا چاہیے کہ وہ یہ کام انجام دیں گے۔

خوف زدہ کرنے کی منصوبہ بندی

کئی بار کسی جرم کی نوعیت ایسی ہوتی ہے جس کے ذمہ دار افراد کو تو قانون کے کٹھرے میں لایا جاسکتا ہے لیکن اس سے معاشرت کی وسیع شبیہ کو جو نقصان پہنچتا ہے، اس کی پابجائی آسان نہیں ہوتی، انٹرنیٹ کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے، لیکن اس کے متوازی سائبر کے بیجا استعمال کی جتنی سطحیں سامنے آرہی ہیں وہ جرائم کا ایک نیا نیٹ ورک کھڑا کررہی ہیں۔

آن لائن دھوکہ وہی سے لے کر سائبر جرائم کی کئی شکلوں نے پہلے ہی چیلنجز کھڑے کیے ہیں۔ اب گزشتہ کچھ عرصہ سے ایک خاص فرقہ کی خواتین کو نشانہ بناکر جیسی حرکتیں کی جارہی ہیں، وہ بیحد سنگین ہیں۔ ایک ریپوزیٹری ہوسٹنگ خدمات 'گٹ ہب' پر تیار کردہ 'بلی بائی' نامی متنازعہ ایپ کے ذریعہ مسلم خواتین کی تصاویر کا جیسا بیجا اور قابل اعتراض استعمال کیا گیا، اس سے یہ صاف ہے کہ اس طرح کی سرگرمیوں کے پس پردہ صرف کچھ سرپھرے افراد کی لاقانونیت نہیں ہے بلکہ یہ بدنامی اور خوف پیدا کرنے کی منظّم اور منصوبہ بند کوشش ہے۔

اس سے بڑی ستم ظریفی اور کیا ہوگی کہ جس دور میں سائبر جرائم سے نمٹنے کے معاملے میں پولیس محکمہ اکثر بڑھ چڑھ کر دعوے کرتا رہا ہے، اسی اثنا گزشتہ ایک سال کے اندر ایک طرح کی یہ دوسری کوشش سامنے آئی ہے۔ واضح رہے کہ گزشتہ سال 'گٹ ہب' پر ہی 'سلی ڈیلس' نامی ایک ایپ تیار کرکے مسلم خواتین کی تصاویر ڈال کر اس طرح ان کی خرید وفروخت کی بات کی گئی تھی۔ اس وقت اس کے خلاف پولیس نے شکایت بھی درج کی تھی، مگر کارروائی کے معاملے میں برتی گئی تساہلی کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ کچھ غیرسماجی عناصر نے خواتین کو ذلیل اور ہراساں کرنے کی دوبارہ کوشش کی۔ اس بار معاملے کے طول پکڑنے کے بعد پولیس نے قدرے فعالیت کا مظاہرہ کیا ہے اور گٹ ہب نے ایپ کو ہٹا دیا ہے، مگر اس طرح کے رسمی اقدامات سے شاید ہی ایسی حرکتوں پر روک لگائی جاسکے۔ انٹرنیٹ کی دنیا جتنی وسیع ہے، اس میں سائبر جرائم میں ملوث لوگ ہر کچھ عرصہ بعد متبادل نکال لیتے ہیں۔ سوال ہے کہ سوشل میڈیا پر کسی بات پر پیدا ہوئے تنازعہ کے بعد اصل میں غیر مطلوب ریمارک کرنے والے کسی شخص کو ڈھونڈ نکالنے والی پولیس بلی بائی یا سلی ڈیلس جیسے جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف سخت کارروائی کی مثال کیوں پیش نہیں کرتی۔

اس معاملے کا ایک پہلو یہ ہے کہ کسی ایپ کے ذریعہ خواتین کی توہین کرنے جیسے جرائم کے پیچھے جو فطرت کام کرتی ہے وہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ یہ سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ مخصوص فرقہ کی خواتین کو نشانہ بناکر انھیں ذلیل کرنے، انھیں بلیک میل کرنے کے پیچھے بنیادی طور پر فرقہ وارانہ نفرت کا جذبہ کام کرتا ہے۔

اس سے ایک پورے فرقہ اور خاص کر خواتین کے اندر اپنی صورتحال کے تعلق سے کیسا احساس پیدا ہوتا ہے، اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ایسی حرکتوں سے چوطرفہ نقصان کے سوا اور کیا حاصل ہوگا۔ سچ یہ ہے کہ اس طرح کا جرم کرنے والے لوگ کم سے کم انسانی احساسات سے بھی عاری ہوتے ہیں۔ بادی النظر میں ان کے نشانے پر کسی خاص فرقہ کی خواتین ہوسکتی ہیں لیکن آخرکار یہ سبھی خواتین کے خلاف جھلاہٹ سے بھرے ہوتے ہیں۔ سائبر دنیا کے وسیع ہوتے دائرے میں ایسے جرائم کی سرگرمیوں کو فوری لگام نہیں دی گئی تو آنے والے وقت میں ڈیجیٹل دنیا کے تعلق سے ایک خاص طرح کا احساس عدم تحفظ شدت اختیار کرے گا۔

معاشرتی برائیاں - علاج کیا ہے؟

کوئی بھی سماج افکار ونظریات کا جو ڈھانچہ کھڑا کرتا ہے زمانے کی تبدیلیوں اور تجربوں کے ساتھ ساتھ اس میں بھی تبدیلی رونما ہوتی ہے، لیکن اُس کا جو عقیدہ ہے، وہی چھت کا کام انجام دے کر ہر سرد وگرم سے اس کو محفوظ رکھتا ہے جبکہ موجودہ عہد کے معاشرہ کی اصل خرابی یہ ہے کہ وہ عقیدہ سے بھی محروم ہوگیا ہے حالانکہ عقیدہ ہی انسان اور جانوروں میں فرق پیدا کرتا ہے، آج ہم اپنے سماج میں بدعنوانی، دولت کے غلط اصراف اور ظلم و درندگی کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں کہ انسان کس قدر غیرذمہ دار ہوسکتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان انسانیت کے مرتبہ سے ہی گزر گیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ برابر گرتا جارہا ہے۔

اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے ہم شادی

شادی میں جس طرح لہوولعب میں دل کھول کر خرچ کیا جارہا ہے وہ کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اسلام کی نظر میں شادی حقیقت میں مردوزن کے اس مقدس رشتہ کا نام ہے جس کو عبادت قرار دیا گیا ہے جو ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور اس میں اہم صرف نکاح ہے جس کو پیغمبر اسلام نے اپنی طرف سے منسوب کرکے اس کی اہمیت کو مزید دوبالا کردیا ہے۔

بیاہ کی تقریبات کی مثال دیں گے جن میں صاحب حیثیت اصحاب کی طرف سے مال ودولت کے بے جا اصراف کا جو مظاہرہ ہورہا ہے اور جس طرح لہوولعب میں دل کھول کر خرچ کیا جارہا ہے وہ کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اسلام کی نظر میں شادی حقیقت میں مردوزن کے اس مقدس رشتہ کا نام ہے جس کو عبادت قرار دیا گیا ہے جو ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہے اور اس میں اہم صرف نکاح ہے جس کو پیغمبر اسلام نے اپنی طرف سے منسوب کرکے کہ وہ میری سنت ہے اس کی اہمیت کو مزید دوبالا کردیا ہے مگر اسی کے ساتھ آپ نے اس نکاح کو اتنا سہل اور ہلکا پھلکا بنا کر دنیا کے سامنے رکھا ہے کہ ہر کسی امیر وغریب کے لیے اس کی انجام دہی آسان ہوگئی ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ جو نکاح یعنی شادی بیاہ سادگی کے ساتھ انجام پاتا ہے اس میں برکت ہوتی ہے اور اس کی صرف تعلیم

(بقیہ ص ۱۴ پر)

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیرالہند حضرت مولانا قاری سیدمحمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہٗ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیرالہند رابع نمبر
اپنی پوری شان کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے
صفحات: ۸۱۲ — سائز: ۲۳×۳۶/۸ — قیمت -/800
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان
آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ
9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای-میل: aljamiatweekly@gmail.com

شرح خریداری
سالانہ 200/-
ششماہی 100/-
فی پرچہ 5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے 2500/-
دیگر ممالک کے لئے 3000/-
رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱ بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by Mohammad Taiyab Khan on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI